عبدالمجید سالک

راہ و رسمِ منزل ہا

سالک اس ماحول میں جواں ہوئے جس کو اقبال کے روح پرور پیغام نے گرمایا تھا۔ اس وقت ملکی سیاست ایک نئی کروٹ لے رہی تھی۔ صدیوں کی غلامی کے خوگر، خواب غفلت سے بیدار ہو کر، شخصی اور قومی حقوق کا مطالبہ کر رہے تھے۔ غیر ملکی حکومت کا جؤا گردنوں پر گراں بار ہو رہا تھا۔ عمرانی لحاظ سے ماضی کی یادیں اور مستقبل کی امیدیں، اس عبوری دور میں شعر و ادب کی عوامل بن کر جھلکتی نظر آتی ہیں۔ سالک صاحب اگر ایک طرف بزرگان سلف کے دینی شغف کے وارث تھے تو دوسری طرف اس وقت کے دوسرے ہندوستانیوں کی طرح آزادی کے خواب دیکھ رہے تھے۔ سالک کی ابتدائی نظموں میں اقبال کی بانگ درا کا جذباتی لہجہ اور مکالماتی انداز اور ملت بیضا کے مفاد کے لیے دلسوزی کا تاثر نمایاں ہے۔ ہئیت کے لحاظ سے بھی، جابجا فارسی اشعار کا استعمال اردو نظموں میں، خصوصاً بندوں کے ٹیپ میں، اقبال کے انداز ہی کی باز گشت معلوم ہوتا ہے۔ حب نبی کا سوتا بھی بار بار پاکیزہ نعت کی صورت میں پھوٹتا نظر آتا ہے لیکن حضور نبی بھی وطن کی غلامی کی خلش دل کو چین نہیں لینے دیتی اور وہ بیساختہ پکار اٹھتے ہیں ؎

زغم کشاں غلامی بہ خواجہ دوسرا
شکایتے زعتاب خدا یگاں برساں

ایس۔ اے۔ رحمٰن

Taj Tahir Foundation

جناب سید امتیاز علی تاج

کی خدمت میں

عبدالسلام ارشد

۲۱ر اکتوبر

Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No. .....
Date: .....
Call No. .....
(Donated by Family .....)
Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

راه و رسم منزل ها

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

راہ ورسمِ منزل ہا

Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No.....
Date:.....
Call No. .....
(Donated by .....)

عبدالمجید سالک

Taj Tahir Foundation

ترتیب :

عبدالسلام خورشید

الجدید
چوک انارکلی - لاہور

جملہ حقوق محفوظ

Taj Tahir Foundation

قیمت : ۳ روپے ۴ آنے

طابع وناشر: الجدید - لاہور

مطبع : استقلال پریس، لاہور

کتابت : سیف الرقم، لاہور

ترتیب

پیش لفظ ، ۷
مقدمہ (جسٹس ایس اے رحمٰن) ، ۹
سلام ، ۱۵
رباعی ، ۱۶
وہ ہے حیرت فزائے محشرِ معنی سب نظاروں میں ، ۱۷
رہ کے خلوت میں نہ شوقِ ستم آرائی کر ، ۱۸
ذرا کرم جو کسی کی نگاہِ ناز کرے ، ۱۹
اے نگاہِ شوق تو ہے ترجمانِ آرزو ، ۲۱
قبلۂ ناصیہ جز کعبۂ تقدیر نہیں ، ۲۳
تاریخ اسلام ، ۲۴
رسولِ مکرم ، ۲۷
خمخانۂ حیات ، ۳۱
مژدۂ بہار ، ۳۳
پیامِ بیداری ، ۳۴
پیامِ خردمش ، ۳۵
صدائے سرِدمش ، ۳۶
پیغامِ حیات ، ۴۱
ستارۂ سحر ، ۴۳
تاثرات ، ۴۶
پیامِ حافظ ، ۴۸
بیار بادہ کہ فصلِ بہار باز آمد ، ۵۰
نوائے درد ، ۵۱
سودائے خام ، ۵۳
ہم اور وہ ، ۵۵
کارزارِ حیات ، ۵۶
فرزندانِ ہند ، ۶۰
درسِ عمل ، ۶۳
یادِ رفتگاں ، ۶۵
شررِ پیدا کر ، ۶۶
امر بالمعروف ، ۶۷
داستانِ حسرت ، ۶۹
تنہائی ، ۷۱
قیامِ آشیاں ہو یا سکونت قید خانے کی ، ۷۳
فصلِ گل آمد و گلزارِ ہمانست کہ بود ، ۷۴
شوقِ زنجیر کسے فصلِ بہاراں میں نہیں ، ۷۵
شوق کی ناکامیاں خارِ رگِ جاں ہو گئیں ، ۷۷
سوز میں ساز ہے تو ساز میں سوز ، ۷۸
میں ہستیٔ گل کا راز جو ہوں ، ۷۹
نہ جس میں نقص ہو وہ پیکرِ کمال کہاں ، ۸۰
رونقِ محفلِ امکاں ، ۸۱
حرفِ "جاہدوا" کی تفسیر ، ۸۳
علم و عمل ، ۸۵
اعلائے کلمۃ اللہ ، ۸۶
بجلیوں کے آشیانے ، ۸۸
اللہ اکبر۔ اللہ اکبر ، ۹۰
اے احمدِ مختارؐ ، ۹۱
دعا ، ۹۲
ماتمِ اتحاد ، ۹۴
اے داعیٔ اسلام ، ۹۵
مختار و مجبور ، ۹۶
خونِ مسلم کی ارزانی ، ۹۷
گلفروش اور باغبان ، ۹۸

Taj Tabir Foundation

کشاکشِ دیر و حرم ، ۹۹
پیغامِ عمل ، ۱۰۰
اجلاسِ جمعیتہ العلماء ، ۱۰۱
خیر مقدم اعلیٰحضرت غازی خلد اللہ ملکہٗ ، ۱۰۲
ڈاکٹر انصاری کی خدمت میں ۱۰۳
فریاد ، ۱۰۴
صاحبِ معراج کا مقامِ بلند ، ۱۰۶
اعلیٰحضرت شہریار غازی افغانستان کی یاد میں ، ۱۰۷
مطرب و شاعر ، ۱۰۸
میدانی گرگے آزردہ جوشِ اضطرارم را ، ۱۱۰
مجاہدین و شہداء ، ۱۱۱
سرکارِ دو عالمؐ کے حضور میں ، ۱۱۲
خزاں آمد کہ خونِ عندلیبِ بوستاں ریزد ، ۱۱۳
سوارِ اشہبِ دوراں ، ۱۱۵
حجاز کی فضائیں ، ۱۱۶
غازیٔ تاجدارِ ما ، ۱۱۷
چراغِ محفلِ ہندوستاں ، ۱۱۸
مسیح الملک مرحوم کی یاد ، ۱۱۹
ساقی نامہ ، ۱۲۰
ایسی پلائی مغبچۂ بادہ خوار نے ، ۱۲۱
وہ جوشِ آرزو کا زمانہ گزر گیا ، ۱۲۲
آج رگوں میں پھر ہے جوشِ بادۂ جانگداز کا ، ۱۲۳
ختمِ تاریکیٔ حیات ہوئی ، ۱۲۵
عالم سیاہ مست ز چشمِ سیاہ کیست ، ۱۲۶
دمے گزار خدارا قدم بہ خانۂ ما ، ۱۲۷
عشق و عقل ، ۱۲۸
غمِ فراق نگارے کہ داشتم دارم ، ۱۳۰
۵۷ء کے مجاہدینِ آزادی کا ترانہ ، ۱۳۱
خیر مقدم وفدِ فرہنگی ، ۱۳۳
مولانا نواب دین رمداسی کے نام ، ۱۳۴
چراغِ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے ، ۱۳۵
مزارِ غالب پر ، ۱۳۶
رباعی ، ۱۳۷
متفرق اشعار ، ۱۳۷
تب اور تاب ، ۱۳۸
شبیر شہید ، ۱۴۰
گھنے سائے ، ۱۴۱
غم کے ہاتھوں مرے دل پہ جو سماں گزرا ہے ، ۱۴۲
خروشِ بزمِ شرابِ مغانہ یاد کرو ، ۱۴۳
سرود ، سوزِ نوا کے سوا کچھ اور نہیں ، ۱۴۴
زلفوں کی گھٹائیں چھا رہی ہیں ، ۱۴۵
ساقی پلا کہ بادہ گساروں کا دور ہے ، ۱۴۶
جو مشتِ خاک ہوا اس خاکداں کی بات کرو ، ۱۴۷
سلام ، ۱۴۸
ہم نفسو اجڑ گئیں مہر و وفا کی بستیاں ، ۱۴۹
پیام ، ۱۵۰
خرد میں مبتلا ہے سالکِ دیوانہ برسوں سے ، ۱۵۱
سحر ہوئی مگر اعضا میں دم نہیں ساقی ، ۱۵۲
ساقیٔ ماہ وش اٹھا گردشِ جام ہو چکی ، ۱۵۳
عشق خاموش ہوا شورِ ہوس باقی ہے ، ۱۵۴
مردانِ قیامت تک جینا حصہ ہے اسی فرزانے کا ، ۱۵۵
شود آں کہ باز بینم سرِ رہگزارم اورا ، ۱۵۷
مرے دل میں ہے کہ پوچھوں کبھی مرشدِ مغاں سے ، ۱۵۸
رباعیات ، ۱۶۰
مری مراد پہ دورِ زماں نہیں نہ سہی ، ۱۶۱
پلا وہ بادہ کہ سرخوشِ زمانہ ہو جائے ، ۱۶۲
نہ تھی امید نہ وعدے پہ اعتبار کیا ، ۱۶۳

ضمیمے

شاعری کا آغاز ، ۱۶۴
بیدل مرحوم کا دیباچہ ، ۱۶۶

Taj Tahir Foundation

پیش لفظ

اڑتیس سال پہلے کا ذکر ہے۔ والدِ مرحوم تحریکِ عدم تعاون کے سلسلے میں اسیرِ فرنگ تھے اُن کی غیر حاضری میں احباب نے اُن کے کلام کا ایک نامکمل سا مجموعہ مرتب کیا۔ جس کا نام اُن کی فرمایش پر "راہ و رسمِ منزلہا" قرار پایا ؎

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

پندرہ سال گزر گئے۔ اور اس کے بعد مرحوم کے ایک عقیدت مند جناب عبدالرشید تبسّم نے اُن کا کلام جمع کرنا شروع کیا۔ لیکن موصوف کی مصروفیات اس کی تکمیل میں حائل رہیں۔ وفات سے چند سال پہلے مرحوم نے جناب تبسّم سے مواد حاصل کیا اور اِسے بیاض کی صورت میں نقل کر لیا۔ اور اس کے بعد جو نئی چیز لکھی۔ اِسی بیاض میں درج کرتے رہے۔ پچھلے برس غالباً مئی میں میں نے والد صاحب سے کہا۔ کہ وہ اپنا مجموعۂ کلام چھاپ دیں۔ انھوں نے بیاض دکھائی اور کہا۔ اس میں صرف چالیس پچاس غزلیں اور نظمیں شامل ہیں۔ اگر تم "مخزن" کے ۱۹۲۰ء سے پہلے کے فائل اور "انقلاب" کے فائل دیکھ سکو۔ اور گھر میں جو پرانے رسالے پڑے ہیں۔ ان پر ایک نظر ڈال سکو تو پھر یہ مجموعہ اس قابل ہو سکے گا۔ کہ اِسے شائع کیا جائے۔ میں اُن دنوں کچھ علیل تھا۔ سوچا۔ صحت ہونے پر یہ کام کروں گا۔ کہ ۲۷ ستمبر ۵۹ء کو والد انتقال کر گئے یہ ایک بہت بڑی آفت تھی جس نے میری علالت کو بھی طول دیا۔ بہرحال جب حواس قائم ہوئے اور صحت ہوئی تو میں نے اُن کے ارشاد کے مطابق کلام اکٹھا کرنا شروع کیا۔ اور الحمدللہ کہ اس میں کسی حد تک کامیاب ہو گیا۔

مجھے یہ دعویٰ نہیں کہ یہ مجموعہ مکمل ہے اور سچ پوچھئے۔ تو مکمل مجموعہ مرتب کرنے کا ارادہ ہی نہیں تھا۔ اُن کے کلام کا ایک حصّہ میں نے حذف کر دیا ہے۔ اور وہ ہے سیاسی اور صحافتی چشمکوں کا منظوم روپ۔ جس کی ترتیب کسی اور صورت میں ہو گی۔ باقی کلام اس مجموعے میں شامل ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ اس میں بھی کچھ غزلیں اور نظمیں رہ گئی ہیں۔ نیازمندانِ

سالک سے درخواست ہے کہ اگر اُن کے پاس مرحوم کا کوئی ایسا شاہپارہ محفوظ ہے۔ جو اس مجموعے میں نہیں آسکا۔ تو مجھے اطلاع دیں۔ میں خود بھی تلاش جاری رکھوں گا۔ تاکہ اگلے ایڈیشن میں یہ سب چیزیں شامل کی جاسکیں۔

میں نے مرحوم کے کلام کو تاریخ وار ترتیب دینے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ اُن کے فکری اور فنی ارتقا کا اندازہ ہوسکے۔ شاید نیازمندانِ سالک کو بعض جگہ ترتیب میں نقائص نظر آئیں۔ لیکن اس کی بڑی وجہ یہ ہوگی۔ کہ مرحوم نے کبھی کبھی ایسا بھی کیا۔ کہ کسی پرانی نظم کو نئے حالات کے مطابق نیا رنگ دے دیا۔ یا کسی پرانی غزل میں کچھ تبدیلیاں کر دیں۔ ایسے کلام کو میں نے ابتدائی دَور کے کلام میں شامل کرنے کی بجائے بعد کے دَور کے کلام میں شامل کر دیا۔ اس مجموعے میں مَیں نے مرحوم کا پنجابی کلام نہیں دیا۔ کیونکہ اُن کی پنجابی تحریروں کا ایک الگ مجموعہ مرتب کر چکا ہوں۔

آخر میں مجھے کچھ بزرگوں کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ ان میں سرِ فہرست عالی جناب جسٹس ایس۔ اے رحمٰن ہیں۔ جنھوں نے نہ صرف مقدمہ لکھا۔ بلکہ اپنے قیمتی مشوروں سے بھی نوازا۔ بزرگِ مکرم حضرت مولانا غلام رسول مہر نے کئی معاملات میں میری رہنمائی فرمائی۔ والدِ مرحوم کے گہرے دوست جناب سیّد امتیاز علی تاج نے ۱۹۲۲ء میں مطبوعہ "راہ و رسمِ منزلہا" کے حقوقِ اشاعت عطا فرمائے۔ تاکہ یہ مجموعہ ہر لحاظ سے مکمّل ہو۔ ان تین بزرگوں کے علاوہ میرے عزیز شاگرد اور دوست جناب مسکین حجازی (مدیر معاون، "چٹان") نے جو مدد دی۔ اس کے لیے بھی ممنون ہوں۔ آخر میں مجھے اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہے کہ اگر میرے بڑے بھائی جناب عبدالرشید ارشد مسلسل حوصلہ افزائی نہ کرتے۔ تو شاید یہ مجموعہ اتنی جلد منظرِ عام پر نہ آتا۔

مسلم ٹاؤن — لاہور
۳ ستمبر ۱۹۶۰ء

عبدالسلام خورشید

Taj Tahir Foundation

مقدمہ

۱۸۹۴ء میں بٹالہ کے مردم خیز شہر نے ایک جوہرِ قابل پیدا کیا، جس نے والدین سے عبدالمجید نام پایا۔ لیکن جو ادبی اور صحافتی دنیا میں اپنے تخلص، سالک سے معروف و مشہور ہوا۔ سالک کی صلاحیتیں اپنے ہی گھر کے ادبی ماحول میں پروان چڑھیں۔ چھوٹی عمر میں ہی شعر و شاعری کا چسکا پڑ گیا تھا۔ تھوڑے عرصہ کے لیے منشی حیات بخش رسا امپوری سے رشتۂ تلمذ قائم ہوا۔ اُن کی وفات کے بعد اصلاح اُستاد سے بے نیاز ہو گئے۔ حق یہ ہے کہ زبان کے معاملے میں اُن کے اپنے ریاض اور اُن کے فطری ذوق نے انھیں خود اُستادی کے درجے تک پہنچا دیا۔

دارالاشاعت پنجاب لاہور نے ۱۹۲۲ء میں اُن کی نظموں اور غزلوں کا ایک مجموعہ بعنوان "راہ و رسمِ منزلہا" شائع کیا تھا، جو غالباً اب نایاب ہے۔ مجتبیٰ سید امتیاز علی تاج صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ اُن کے ابتدائی کلام کا بیشتر حصہ، بعض دوستوں کی بے احتیاطی سے ضائع ہو گیا تھا۔ ادب دوستوں کو سالک مرحوم کے فرزندِ رشید، جناب عبدالسلام خورشید کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ انھوں نے تبرکاتِ سالک جمع کرنے کا اہتمام کیا، جو زیرِ نظر مجموعہ میں باصرہ افروز ہیں۔ معلومات کی حد تک خورشید صاحب نے سنِ تصنیف بھی کلام کے تحت درج کر دیا ہے۔ اس التزام سے سالک مرحوم کے ارتقائے شعری پر روشنی پڑتی ہے۔

سالک اُس ماحول میں جوان ہوئے، جس کو اقبالؒ کے روح پرور پیغام نے

گرمایا تھا۔ اُس وقت ملکی سیاست ایک نئی کروٹ لے رہی تھی۔ صدیوں کی غلامی کے نوگر، خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر، شخصی اور قومی حقوق کا مطالبہ کر رہے تھے۔ غیر ملکی حکومت کا جُوا گردنوں پر گراں بار ہو رہا تھا۔ عمرانی لحاظ سے ماضی کی یادیں اور مستقبل کی امیدیں، اس عبوری دور میں شعر و ادب کی عوامل بن کر، جھلکتی نظر آتی ہیں۔ سالک صاحب اگر ایک طرف بزرگانِ سلف کے دینی شغف کے وارث تھے تو دوسری طرف، اُس وقت کے دوسرے ہندوستانیوں کی طرح، آزادی کے خواب دیکھ رہے تھے۔ سالک کی ابتدائی نظموں میں اقبالؒ کی بانگِ درا کا جذباتی لہجہ اور مکالماتی انداز، اور ملّتِ بیضا کے مفاد کے لیے دلسوزی کا تاثر نمایاں ہے۔ ہیئت کے لحاظ سے بھی، جا بجا فارسی اشعار کا استعمال اُردو نظموں میں، خصوصاً بندوں کے ٹیپ میں، اقبالؒ کے انداز ہی کی بازگشت معلوم ہوتا ہے۔ حُبِّ نبی کا سُوتا بھی بار بار پاکیزہ نعت کی صورت میں، پھُوٹتا نظر آتا ہے لیکن حضورِ نبیؐ بھی وطن کی غلامی کی خلش، دل کو چین نہیں لینے دیتی اور وہ بیساختہ پکار اُٹھتے ہیں ؎

زغم کشانِ غلامی بہ خواجۂ دوسرا
شکایتے زعتابِ خدا یگاں برساں

اپنی نظم "درسِ عمل" میں بھی اسی خیال کو، ایک نہایت لطیف پیرایہ میں، یوں ادا کرتے ہیں ؎

اس چمن میں ہے یہ دستور کہ مرغانِ اسیر
قید میں رہ کے ہوا خواہیٔ صیّاد کریں

لیکن اسلام کے روشن مستقبل پر اُن کا ایمان پختہ ہے ؎

خدا کو جب کسی کا خاتمہ منظور ہوتا ہے
جہاں میں دشمنِ اسلام وہ مشہور ہوتا ہے

اُن کے اس رجائی پہلو کے لیے، اُن کی نظم "اللہ اکبر، اللہ اکبر" اور "حرفِ جہاد

کی تفسیر" گویا علامات ہیں۔ "مجاہدین و شہدا" پر اُن کی لطیف اور پُر تاثیر نظم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز کا زمانہ ہنگامہ پرور تھا۔ غیر ملکی حکمرانوں اور نوبیدار محکوموں کے درمیان جو کشمکش جنم لے رہی تھی، اس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ہندوستانیوں میں نصب العینی اور مذہبی اختلافات کا شعور تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ سنگھٹن اور شدھی کے حامی، رام راج کے سپنے دیکھ رہے تھے۔ اس لیے اقلیتیں اپنے مفاد کی نگہداشت کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں۔ برادرانِ وطن کی قومیت سوز تحریکوں کے زیر اثر، حضرتِ سالک کی رگِ حمیت بھی بعض اوقات پھڑکتی دکھائی دیتی ہے اور وہ جیشِ اسلامی کے حُدی خوان کے رُوپ میں نظر آنے لگتے ہیں۔

سالک صاحب نے ثاقب زیروی کے مجموعۂ کلام "شہابِ ثاقب" کا تعارف لکھتے ہوئے، اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ اخبار نویسی فکر و شعر کی دشمن ہے۔ اُن کے اس قول میں بڑی صداقت ہے۔ صحافت کی ہنگامی ضرورتیں اور مصروفیتیں، ادبی تزئین و تعمق کے لیے کافی وقت نہیں چھوڑتیں۔ بعض اوقات، تعجیل کا شیطان، شاعر کے الہام میں مخل ہو جاتا ہے۔ صحافت کے میدان میں سالک صاحب کی فتوحات مسلّمہ ہیں۔ لیکن خالص ادبی نقطۂ نظر ہمیں اظہارِ تاسف پر مجبور کرتا ہے کہ انھیں بقدرِ ذوق فراغت نصیب نہ ہوئی کہ اطمینان سے بیٹھ کر گیسوئے ادب کو سنوارتے۔ اگر وہ اپنی تمام تر توجہ شعر و ادب پر مرکوز کر سکتے تو معلوم نہیں اُن کی قادر الکلامی اور خوش ذوقی، کیا کیا گلکاریاں کرتی۔ وہ کہتے ہیں ؎

مرا سالہا شد کہ در زیدہ ام من
صحافت نوازی، سیاست طرازی،
پھر اس پر آلامِ زمانہ مستزاد ؎

سالک خوشی کی ایک گھڑی بھی نہیں نصیب
مارا ہمیں تو کشمکشِ روزگار نے

تاہم اُن کی باقیات اس پر دال ہیں کہ اُن کا شبدیز قلم مصافِ سخن میں رکنا نہیں جانتا۔ بعض نظموں کی روانی اور تسلسل میں قصیدہ کی سی شان نظر آتی ہے۔ غزلیں نہایت سبک اور شگفتہ ہیں۔ فارسی غزلوں اور نظموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی طبعِ موزوں کو قندِ پارسی سے کس قدر مناسبت تھی۔ اُن میں لطافتِ احساس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور جدتِ خیال اور معنی آفرینی بھی جلوہ گر ہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

ندارد ہیچ جدت ریختن بر آشیاں برقے
الٰہی آفریں برقے کہ برقے آشیاں ریزد

حضرتِ شبیر رح کے متعلق فرماتے ہیں ؎

لذت اندوزیٔ آسانیٔ منزل بفروخت
پائے پُرآبلہ و دادیٔ پُرخار خرید

میں سمجھتا ہوں کہ ۱۹۲۲ء میں قیدِ فرنگ کی مجبورِ فراغت اُن کی سخن طراز طبیعت کو راس آئی۔ اُس وقت کی غزلوں کا آہنگ بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اُن میں رس اور مَس دونو اَوج پر ہیں۔ اُن میں زبان کا چٹخارا بھی ہے اور احساس کی گہرائی بھی۔ بعض اشعار تو سہلِ ممتنع کا حکم رکھتے ہیں ؎

ناخدا لے چلا ہے ساحل پر
یہ تو لے ڈوبنے کی بات ہوئی

جو دل کے قریں تھیں آرزوئیں — اب دور سے مسکرا رہی ہیں

سالکِ مرحوم ترجمہ کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے Ella Wheeler Wilcox کی ایک نظم کا نہایت پیارا ترجمہ اس مجموعہ میں شامل ہے جس کا پہلا شعر ہے ؎

ہنسوں تو اہلِ عالم سب شریکِ خندہ ہوتے ہیں
جو روؤں تو کوئی ہمدم نہیں جز رنجِ تنہائی

سالک متوازن و صالح ادب کے علم بردار تھے۔ موجودہ دور کے بعض ادیبوں کی جنسی بے راہ روی انھیں نہ بھائی ؎

دیکھو جسے وہ ٹوٹ کے گرتا ہے جنس پر
بزمِ ادب میں کال کے ماروں کا دور ہے

مقصدیت اُن کے نزدیک ادبی اقدار کے منافی نہیں ؎

کمالِ فن ہے خوش آموزیٔ جہاں کے لیے
نہ یہ کہ عشرتِ شہائے دوستاں کے لیے

محبوب کی زلفوں کے گھنے سائے شاعر کے لیے جاذبِ نظر ہیں لیکن آشوبِ زمانہ کی ظلمتیں اس تصویر کو دھندلا دیتی ہیں ؎

تاریکیٔ دوراں اور بڑھی اندھیر مچا نگری نگری
ایسے میں کروں کیا نظارہ میں زلفوں کے لہرانے کا

اجتماعی نقطۂ نظر سے سالک وطن دوست، ملت پرست اور انسانی اقدار کے علمبردار کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ انفرادی حیثیت سے دیکھا جائے تو زیرِ نظر صفحات سے ایک حساس لیکن اعتدال پسند اور باحوصلہ شخصیت اُبھرتی ہے جو محبت کی منزلوں کی محرم بھی ہے اور جسے انجامِ سفر پر بھی اعتماد ہے ؎

یہ میری خاک کو پہنچا ہی دے گا منزل تک
غبارِ راہ تو ہے، کارواں نہیں، نہ سہی

۶۵۔ گلبرگ۔ لاہور
۶ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

ایس اے رحمٰن

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

سلام

لکھے سلام سلامی جو بار بار قلم
تو روشنائی سنہری ہو زرنگار قلم

بجا ہے گر اسے مفتاحِ معرفت کہیے
کہ رازِ علم کو کرتا ہے آشکار قلم

کمالِ ضربتِ تیغِ حسینؓ تو دیکھو
کہ یک قلم ہوئے اعدا کے سر ہزار قلم

جہان میں غمِ آلِ رسولؐ سب کو ہے
جو زرد ہے رُخِ کاغذ تو اشکبار قلم

سبھی کو ماتمِ شبّیر ہے عزا دارو
سیاہ پوش سیاہی جگر فگار قلم

جو یاد آگئی شہ کی جبینِ خاک آلود
تو کچھ بھی لکھ نہ سکا جز خطِ غبار قلم

یہ کس شہید کی کرتے ہیں ہم صفت یارب
سرِ قلم کو جو کرتے ہیں بار بار قلم

بیان کیا ہو غمِ بیقراریٔ زینبؑ
کہ ہو گیا دمِ تحریر بے قرار قلم

یہ سب ہے برکتِ توصیفِ پنجتن سالکؔ
جہان بھر میں ہوا تیرا کامگار قلم

(بہ عمر ۱۸ سال)

Taj Tahir Foundation

رباعی

شاعر گزرے جہاں میں لاکھوں اُستاد
کم ہوں گے جنھیں یہ نکتہ آیا ہو یاد
سالک انسان کو رُباعی سمجھو
مصرعے ہیں چار آب و خاک، آتش و باد

Taj Tahir Foundation

○

وہ ہے حیرت فزائے چشمِ معنی سب نظاروں میں
تڑپ بجلی میں اس کی، اضطراب اس کا ستاروں میں

مدد اے اضطرابِ شوق تو جانِ تمنّا ہے
نکل اے صبر تیرا کام کیا ہے بے قراروں میں

یہ کس کا نام لے کر جان دی بیمارِ الفت نے
یہ کس ظالم کا چرچا رہ گیا تیمارداروں میں

ذرا سی چھیڑ بھی کافی ہے مضرابِ محبت کی
کہ نغمے مضطرب ہیں بربطِ ہستی کے تاروں میں

کہاں کا شغل ہے اب دَور ہے خونابۂ غم کا
وہی قسمت میں تھی۔ جو پی چکے اگلی بہاروں میں

میسّر اب مجھی کو آبلہ پائی نہیں ورنہ،
خلش اب تک رہی ہے دامنِ صحرا کے خاروں میں

میں ہوں وہ عندلیبِ گلشنِ آرائے سخن سالک
مرے نغموں کے چرچے ہو رہے ہیں گلعذاروں میں

رہ کے خلوت میں نہ مشقِ ستم آرائی کر
آ کے پہلو میں علاجِ غمِ تنہائی کر

بیٹھ کر تو مرے پہلو میں خود آرائی کر
آئینے کو مری حیرت کا تماشائی کر

دشتِ پُر خارِ جنوں ہی کی تو جاگیر نہیں
اے خرد۔ تو بھی کبھی بادیہ پیمائی کر

دیکھ ہو جائے نہ سامانِ تمنّا برباد
نالۂ یاس کو مجبورِ شکیبائی کر

مشتعل ہو دلِ ہر ذرّہ میں اک شعلۂ عشق
جلوۂ حسنِ جہاں سوز کو ہرجائی کر

Taj Tahir Foundation

○

ذرا کرم جو کسی کی نگاہِ ناز کرے
تو دل کو عیش دو عالم سے بے نیاز کرے

دعا یہ مانگتا ہے شانہ بن کے دستِ دعا
کہ عمر گیسوئے جاناں خدا دراز کرے

مرے گناہوں نے اس کو بنا دیا ہے کریم
بجا ہے شانِ کریمی جو مجھ پہ ناز کرے

بتوں کو سلطنتِ ہند پر کیا ناز اں
جو چاہے میرا خداوند بے نیاز کرے

جفائے حسن جو سہہ لے وہ عشق ہے ممتاز
وفا میں غیر نہ دعوائے اختیار کرے

بڑا گناہ ہے عشق وفا شعار کا قتل
وفا کا خون نہ حسنِ جفا طراز کرے

رہے گا بزمِ دو عالم میں سربلند وہی
کسی کا لطف و کرم جس کو سرفراز کرے

صدائے سازِ طرب سے وہ ہو نہیں سکتا
جو کام سوزِ نواہائے جاں گداز کرے

بغیر سعی و تجسس خدا نہیں ملتا
کمالِ ترک پہ صوفی ذرا نہ ناز کرے

چُنے گا باغِ جہاں میں وہی مُراد کے پھول
جو اپنے دامنِ اُمید کو دراز کرے

جو نورِ حسنِ حقیقت کی شیخ کو ہے تلاش
تو اپنے دل کو نہ آلودۂ مجاز کرے

نہیں ہے شیوۂ آزاد پا بگل رہنا
کہو یہ سرو سے مشقِ خرام ناز کرے

سپرد ہم نے کیا دل اب آگے وہ جانے — قتیلِ غمزہ کرے یا شہیدِ ناز کرے

جہادِ ہند سے مشکل ہے فتحِ کشورِ دل — جو غزنوی سے نہ ہو کام وہ ایاز کرے

یہ عندلیب سے کہدو کہ باغباں ہے قریب — چمن میں شاہدِ گل سے نہ سازباز کرے

اسے ملے گا کم از کم ہزار حج کا ثواب — ادا جو کوچۂ جاناں میں اک نماز کرے

سب اہلِ انجمنِ ناز کے دو نیم ہوں دل — جو اک اشارہ تری چشمِ نیم باز کرے

فدا مرا دلِ حرماں نصیب اس دل پر — جسے قبول وہ دلدارِ دلنواز کرے

فلک نہ خاک کرے بعدِ مرگ سالکؔ کو
اگر کرے تو غبارِ رہِ حجاز کرے

("مخزن"۔ مارچ ۱۹۱۷ء)

Taj Tahir Foundation

اے نگاہِ شوق تو ہے ترجمانِ آرزو
آنکھوں آنکھوں ہی میں کہدے داستانِ آرزو

کاش مثلِ تحفۂ اغیار یہ بھی ہو قبول
نذر کو میں لے چلا ہوں ارمغانِ آرزو

لذّتِ دردِ تمنّا ہو گئی نذرِ وصال
بن گیا سوزِ محبّت بھی زیانِ آرزو

ساقیٔ فطرت کی محفل میں رہیں گے سرخرو
جرعہ نوشانِ شرابِ ارغوانِ آرزو

آہ یہ گھر ہو گیا کچھ اس طرح تاراجِ یاس
دل میں اب باقی نہیں نام و نشانِ آرزو

زندگی بھر ہم تو ناکامِ تمنّا ہی رہے
وہ بھی ہوں گے جو ہوئے ہیں کامرانِ آرزو

عیشِ جلوہ بھی کبھی تھا رنجِ محرومی ہے اب
وہ بہارِ مدعا تھی یہ خزانِ آرزو

جب سے تو نے ساتھ چھوڑا آرزوئیں مُردہ ہیں
آہ اے اُمّید! اے روحِ روانِ آرزو

کیوں اُٹھائیں اب جفائے کارواں سالار ہم
لُٹ چکا راہِ وفا میں کاروانِ آرزو

کچھ نہیں مطلوب مجھ کو جز نگاہِ التفات
بدگمانی چھوڑ دے او بدگمانِ آرزو

حرج کیا ہے چار حرفِ آرزو سُن لیجئے
میری جاں لمبی نہیں ہے داستانِ آرزو

رہینِ ناکامیٔ ہوئے شوق و جنونِ اشتیاق
ہو گیا برباد سارا خاندانِ آرزو

میری چشمِ شوق سے پوچھو مری حسرت ہے کیا
میں خموشِ مدّعا ہوں بے زبانِ آرزو

مہرِ خاموشی ہے لب پر ہاتھ میں دامانِ یار
کس قدر دل کش ہے یہ طرزِ بیانِ آرزو

ہائے کیا شے تھی متاعِ یاس بھی یاد شِ بخیر!
شوق کے ہاتھوں ہوئی جو رائگانِ آرزو

پاکبازانِ تمنّا سے ہے پھر اقرارِ وصل
پھر اُنھیں مدِّ نظر ہے امتحانِ آرزو

غم ہے دُور افتادگانِ محفلِ ساقی کے پاس
ہجر میں خمیازہ کش ہیں میکشانِ آرزو

میں سکوتِ شب میں روتا ہوں ہجومِ یاس سے
درد سے معمور ہوتا ہے جہانِ آرزو

اس کے حق میں ہے ترا انکار پیغامِ اجل
دیکھ او ظالم نکل جائے نہ جانِ آرزو

مدّعا دے مجھ کو اے وقعت شناسِ مدّعا
آرزو برلامری اے رُتبہ دانِ آرزو

وصل کی شب شوقِ بے حد حشر کر دیتا بپا
شکر ہے دستِ ادب میں تھی عنانِ آرزو

جانِ عاشق ہے کہ اک معمورۂ سامانِ عشق
حضرتِ سالک کا دل ہے یا جہانِ آرزو

("مخزن"۔ اپریل، ۱۹۱۷ء)

Taj Tahir Foundation

○

قبلۂ ناصیہ جز کعبۂ تقدیر نہیں
میں پرستارِ صنم خانۂ تدبیر نہیں

دلِ شوریدہ سے کہدو کہ نہ ہو محوِ سکوت
شورشِ آبادِ جنوں وادیٔ تصویر نہیں

جوشِ وحشت ہے تو کر سعیٔ شکستِ زنجیر
نالہ زنجیر درِ خانۂ زنجیر نہیں

عارضی چیز ہے شاہوں کی بساطِ دولت
تاجِ جز مہرۂ بازیچۂ تقدیر نہیں

تیرے مجرم تو ہمیشہ رہے ممتازِ عتاب
کون کہتا ہے کہ تعزیر میں توقیر نہیں

تجھ کو ہے خواہشِ آزادیٔ پرواز عبث
فرضِ صیاد ہوا خواہیٔ نخچیر نہیں

لطف تو جب ہے کہ سوئی ہوئی قسمت جاگے
ورنہ کچھ بھی اثرِ نالۂ شب گیر نہیں

عجز ہے شیوۂ سائل مگر اللہ رے غرور
کہ دعائیں مری منّت کشِ تاثیر نہیں

شیوۂ عشق چھٹا لذتِ غم باقی ہے
خلشِ تیر بدستور ہے گو تیر نہیں

خط میں اُس مستِ تغافل کو یہ لکھے سالک
کہ غمِ ہجر بہ اندازۂ تحریر نہیں

("مخزن" - نومبر، ۱۹۱۷)

تاریخِ اسلام

راہِ ہستی میں نشانِ رفتگاں تاریخ ہے
ذرّہ افروزِ غبارِ کارواں تاریخ ہے

دورِ جامِ گردشِ ایام ہے بزمِ جہاں
سرگزشتِ انقلابِ آسماں تاریخ ہے

عہدِ ماضی ہے شبِ تاریک تو مشعل ہے یہ
شوکتِ رفتہ جو دل ہے تو زباں تاریخ ہے

دہر کے سب واقعات اور اُن کے اسبابِ وقوع
علّت و معلول کی اک داستاں تاریخ ہے

قوم کا سرمایۂ نازش ہے یہ ذکرِ کہن،
دولتِ ملّت کا گنجِ شائگاں تاریخ ہے

داستانِ اوج و پستی قصّۂ فتح و شکست
رزم گاہِ کاوشِ سود و زیاں تاریخ ہے

یہ وہ شے ہے جس پہ مسلم کو بجا ہے افتخار
یادگارِ عظمتِ اسلامیاں تاریخ ہے

جن کے پھولوں سے ہوا گلزارِ صحرائے جہاں
ڈھونڈتی ہے آج اُس کو چشمِ بینائے جہاں

بس رہی ہیں صفحۂ آفاق پہ قومیں ہزار
ہے مگر کس قوم کی تاریخ اتنی شاندار

صفحے صفحے سے عیاں ہے شوکتِ پیشینیاں
ہو رہی ہے سطوتِ کبریٰ کی عظمت آشکار

ظلمت آبادِ جہاں پر مطلعِ تاریخ سے
ہیں ضیائے ملّتِ بیضا کی کرنیں جلوہ بار

کیا خدا کی شان ہے وہ جاہلِ مطلق عرب
ہو گئے تہذیبِ جمہوریّہ کے سرمایہ دار

ٹوک دیتی ہے عمرؓ کو ایک مفلس پیرزن
سر جھکا دیتا ہے وہ آدھے جہاں کا شہریار

واقعات ایسے کہاں دنیا کی تاریخوں میں ہیں
ہے کہاں ایسی مساواتِ غلام و تاجدار

قرنِ اولیٰ کے وہ مسلم تھے جو آپس میں رحیم
اور دشمن کے لیے پیغامِ قہرِ کردگار

شب کو کرتے تھے عبادت دن کو کرتے تھے جہاد
دین کی خاطر بسر ہوتے تھے یوں لیل و نہار

دین کے جھنڈے گڑے ہسپانیہ سے چین تک
قیصر و کسریٰ کی شوکت اڑ گئی مثلِ غبار

وہ تمدن جس کا یورپ آج تک ہے خوشہ چیں
تھا کبھی غرناطہ و بغداد اس کا کشت زار

جمع ہر فن کے ائمہ اپنے دربازوں میں تھے
علم خود ہوتا تھا جن کی قابلیت پر نثار

آج تک ان کے لیے روتی ہے بسکے کی خلیج
ہیں اُنھیں کی یاد میں دجلہ کی موجیں بیقرار

علم پر شیدا تھے اور مرتے تھے وہ اسلام پر
آج دنیا مر رہی ہے اُن کے زندہ نام پر

اے مسلمانو خبر بھی ہے کہ کیا رکھتے ہو تم
اپنے گھر میں اک دفینہ بے بہا رکھتے ہو تم

کیا ہے تاریخِ سلف اک محشرِ خاموش ہے
خامشی میں شورشِ ہنگامہ زار رکھتے ہو تم

تیرہ صدیاں بھی گزر جانے پہ جو شاداب ہے
وہ گلستانِ خزاں ناآشنا رکھتے ہو تم

کہتے ہیں تاریخ دہراتی ہے اپنے آپ کو
پھر تو برسائے گا جیسا مدعا رکھتے ہو تم

راہِ ہستی میں نہ گم ہوگا تمھارا کارواں
جو کوئی رکھتا نہیں وہ رہنما رکھتے ہو تم

تم بھی سب کا چھوڑ کر دامن اُسی کے ہو رہو
سب سے جو بیگانہ ہے وہ آشنا رکھتے ہو تم

اس سے لے کر رنگ بھر دو حال و استقبال کا
عہدِ ماضی کا جو رنگیں ماجرا رکھتے ہو تم

Taj Tahir Foundation

گردشِ ایام سے گھبرا کے رونا ہے عبث
ورنہ سے پھر کیا خطر ہے جب دو وار رکھتے ہو تم

سرد مہری سے زمانے کی تمھیں کیا خوف ہے
تم ہو آتش در بغل برقِ جلا رکھتے ہو تم

یادِ ایامِ سلف سے دل کو گرماتے رہو
جوش ٹھنڈا ہے تو اس پر آگ برساتے رہو

("مخزن"۔ جون، ۱۹۱۸ء)

Taj Tahir Foundation

رسولِ مکرمؐ

فرشتے تھے فضائے قدس میں صرف پر افشانی
خوشی سے جھومتے تھے اُن کے پیکرہائے نورانی
زمیں سے آسماں تک آمد و رفتِ ملائک تھی
خلا میں گونجتے تھے نغمہ ہائے حمدِ ربّانی
پروں کی جنبشِ لرزاں سے موسیقی کی لَے پیدا
لبوں کی لرزشِ پیہم سے طاری کیفِ روحانی
فضا میں نغمہ ہائے حمد سے ایسا تلاطم تھا
ہوائے عالمِ بالا میں کیفیّت تھی طوفانی
وفورِ نور کا عالم تھا ایسا آخرِ شب میں
کہ ہر تارے پہ ہوتی تھی فدا خورشید سامانی
پڑیں فاران کی چوٹی پہ بوندیں ابرِ رحمت کی
فزوں تھی پارۂ سیماب سے بھی جن کی تابانی
خوشی سے مست تھے سب آسماں والے کہ اتنے میں
یکایک یہ ہوا روح الامیں کو حکمِ یزدانی

Taj Tahir Foundation

منادی جا کے کر دو خشک و تر میں بحر میں بر میں ہوئے پیدا محمدؐ آج عبداللہ کے گھر میں

مچی اک دھوم عالم میں محمد مصطفےٰؐ آئے

ہوا اتمامِ دیں جن پر وہ ختم الانبیاؐ آئے

جہاں کے لوگ تھے سب مبتلائے کفر و گمراہی

انھیں ایمان کا رستہ دکھانے رہنما آئے

خدا کو چھوڑ کر سب ہو چکے تھے لات و عزّیٰ کے

خدا کے نام کی عظمت کو محبوبِ خدا آئے

جہاں کو ہوش باقی تھا نہ دنیا کا نہ عقبےٰ کا

جہاں کی رہبری کو ہادیٔ ہر دو سرا آئے

جہاں میں زندگی تھی شاق روحانی مریضوں کو

طبیب ان کے لیے لے کر دوائے جاں فزا آئے

نہ دیکھی جائے جس سے ذلّت و مظلومیٔ نسواں

وہ لے کے اپنے سینے میں دلِ دردآشنا آئے

کھلے افسردہ غنچے باغ میں اور بلبلیں چہکیں

وہ گلزارِ جہاں میں صورتِ بادِ صبا آئے

قدومِ شاہ سے وادیٔ بطحا ہو گئی روشن کہاں کی وادیٔ بطحا کہ دنیا ہو گئی روشن

مسلمانو! زبانی گل کترنے پر نہ اتراؤ
انہی کی زندگی کا تم نمونہ بن کے دکھلاؤ
رسولِ پاک جب معبودِ غیر اللہ کے دشمن تھے
تو تم بھی توڑ کر بُت، بُت شکن دنیا میں کہلاؤ
رسولِ پاکؐ استقلال کی تصویر روشن تھے
تو تم بھی شورِ طوفانِ حوادث سے نہ گھبراؤ
رسولِ پاکؐ تھے بیباک اظہارِ صداقت میں
تو تم بھی بات سچی صاف کہہ دینے پہ تُل جاؤ
رسولِ پاک جب حرّیتِ نسواں کے حامی تھے
تو تم بھی اس لطیف و محترم فرقے کا غم کھاؤ
وہ حق ان سے نہ چھینو جو دیئے اسلام نے ان کو
رسولِ پاکؐ کی رُوحِ مبارک سے تو شرماؤ
غبارِ عہدِ حاضر سے ہوئے سب آئینے دھندلے
انھیں پھر جرأتِ ایمان کی صیقل سے چمکاؤ
محبت کے وہ جذبے از سرِ نو تیز ہو جائیں
رسولِ پاکؐ کی الفت سے دل لبریز ہو جائیں
الٰہی حق محمدؐ کی محبت کا ادا کر دے

تو اپنے سارے بندوں کو خدامِ مصطفیٰؐ کر دے
الٰہی واسطہ تجھ کو ترے معراج والے کا
مسلمانوں کو معراجِ ترقی تک رسا کر دے
محمدؐ ان کا ہے یہ تیرے ہیں پھر غیریت کیوں ہے
انھیں اپنا بنا کر غیر سے یارب جدا کر دے
ترے محبوب کی الفت رہے دن رات سینوں میں
انھیں سوز و گداز اس کی محبت کا عطا کر دے
تو بے اولاد کو اولاد دے نادار کو دولت
مریضوں کو شفا دے اور اسیروں کو رہا کر دے
دعا ہے تجھ سے ہر دم تیرے ناکامِ تمنا کی
کہ ہر مسلم کو یارب کامیابِ مدعا کر دے
ذرا سی اور بھی ہے التجائے بندۂ مسکیں،
کہ سالک کو الٰہی سالکِ راہِ ھدیٰ کر دے
دمِ آخر بھی جب پیکِ اجل کی آمد آمد ہو
لبِ سالک پہ یارب دم ہو اور نامِ محمدؐ ہو

("تہذیبِ نسواں"۔ ۱۹۱۸ء)

Taj Tabir Foundation

خمخانۂ حیات

تھا مدتوں سے میکدۂ عشق بے خروش
وقفِ خمارِ دوش تھی گلبانگِ ناؤ نوش
بارے پھر آئے ہوش میں رندانِ بادہ خوار
اُٹھائے سر سے خمِ شرابِ کہن ہیں جوش
رندوں کے دل سے دُور ہوا بیمِ محتسب
رونق پہ آئی بارگہِ پیرِ مے فروش
سب کو بہ قدرِ ظرف ملے گی شرابِ عشق،
ساغر بکف ہیں رند تو ساقی سبو بدوش
اس وقت ہیں مشرّفِ الہام میگسار
ہر ایک سُن رہا ہے صدائے لبِ سروش

اے جُرعہ نوشِ بادۂ خمخانۂ حیات
اے وہ کہ ہے کشاکشِ عالم میں سخت کوش
چھوٹے نہ عقل و ہوش کا سررشتہ عشق میں
غالب نہ ہو کہیں ہوس و بیخودی کا جوش
کیفِ ہوس ہے شورشِ بانگِ رحیلِ عقل
اور بے خودی غبارِ رہِ کاروانِ ہوش
کب تک رہے گا سوزِ نہاں تارِ ساز میں
کب تک کرے گا ضبطِ فغاں بربطِ خموش
بے جاں جو قوتیں ہیں اُنھیں بے قرار کر
جوششِ عمل سے دھر کو ہنگامہ زار کر

("کہکشاں"۔ ستمبر، ۱۹۱۸ء)

مژدۂ بہار

مژدہ اے اہلِ چمن بادِ بہار آنے کو ہے
باغ میں ہر غنچۂ لب بستہ کھل جانے کو ہے

ہاتفِ غیبی یہ کہتا ہے چلے اب غم کے دن
وہ زمانہ بھی گیا یہ بھی گزر جانے کو ہے

ان کو پھر حسرت سے دیکھیں اپنے بسمل کی تڑپ
پھر مجھے تیرِ نگاہِ یار تڑپانے کو ہے

دیر سے بھولے ہوئے تھے ہم جو رازِ زندگی
اس کے معنی پھر زمانہ ہم کو سمجھانے کو ہے

پھر یہ اُجڑا باغ ہوگا غیرتِ صد لالہ زار
ہم پہ پھر قدرت کا مالی پھول برسانے کو ہے

کوئی دن کی بات ہے جانے کو ہے ادبارِ قوم
اوج پر پھر پرچمِ اقبال لہرانے کو ہے

مدتوں سے تھی جو بلبل گوشہ گیرِ آشیاں
باغ میں وہ گیت آزادی کے پھر گانے کو ہے

ہم نکل آئے بھنور سے ناخدا ہیں ہوشیار
ڈگمگاتا تھا جو بیڑا اب سنبھل جانے کو ہے

ہو گیا کم جوشِ طوفاں اور ساحل ہے قریب
کٹ گئیں غربت کی گھڑیاں اور منزل ہے قریب

("کہکشاں"۔ اکتوبر، ۱۹۱۸ء)

Taj Tahir Foundation

پیامِ بیداری

تو اے کہ بے خبرِ گردشِ سپہر استی
بایں سکون و گماں خوابیٔ قرار مخسپ
پیالہ گیر و بدار الامان نشہ بسیار
عزیزِ من بہ عقوبت گہِ خمار مخسپ
شنو کہ سازِ حوادث بہر نوا گوید
کہ زینہار دریں دہر ہوشیار مخسپ
بیا ببیں کہ چمن گشت پائمالِ خزاں
مثالِ سبزۂ خوابیدۂ بہار مخسپ
جمالِ لیلیٰ مقصد مگر رسد بنظر،
بسانِ دیدۂ مجنونِ بے قرار مخسپ
چہ بست بارشِ فتنہ پیامِ بیداری
بیادِ نرگسِ جادوئے آں نگار مخسپ
بہ ہوش باش کہ گفتست صائبِ آگاہ،
"بزیرِ گنبدِ گردونِ فتنہ بار مخسپ"

("کہکشاں"۔ نومبر، ۱۹۱۸ء)

Taj Tahir Foundation

پیامِ خروش

سحر رسید بہ گوشِ دلم صدائے سروش
کہ خیز و گیر صراحی بہ کف سبو بر دوش
پلا کے خوگرِ اُلفت کو جامِ بادۂ ہوش
سکوتِ محفلِ ملت کو دے پیامِ خروش
نوائے غم کو بنا آشنائے پردۂ گوش
کہ بزمِ دہر میں ہے سازِ عافیت خاموش
بہ نوش بادہ و رندی کُن و بہ عیش گزار
مگر بہ پیشِ حریفاں مشو ضمیر فروش
چو زندہ بشنو شعرِ حافظِ شیراز
کہ بُرد از دلِ رنداں قرار و طاقت و ہوش
"ببانگِ چنگ بگوئیم آں حکایت ہا"
کہ از نہفتنِ او ریگِ سینہ می زد جوش
شرابِ خانگی از بیمِ محتسب تا کے
بروئے یار بنوشیم و بانگِ نوشانوش

("کہکشاں"۔ دسمبر، ۱۹۰۸ء)

Taj Tahir Foundation

صدائے سروش

صدا آئی سروشِ غیب کی کل گوشِ مسلم میں
کہ اے پابندِ زنجیرِ طلسمِ ہیچ مقداری
اسیرِ قیدِ ظلمت خانۂ حرص و ہوا کیوں ہے
تجھے لازم ہے مثلِ شمع محفل شانِ خودداری
تری واماندگی پر آبلہ پائی بھی روتی ہے
غبارِ کارواں ہے تیری شانِ گرم رفتاری
چراغِ نورِ ارشاد و ہدایت ٹمٹماتا ہے
مبادا اس کو گل کر دے ہوائے چرخِ زنگاری
مسلّط ہے فضائے دہر پر تاریکیِ باطل،
تو نورِ حق ہے کر اطرافِ عالم میں ضیا باری
عیاں آثارِ بیداری ہیں چشمِ اہلِ عالم میں
تجھے لازم نہیں بالین و بستر کی پرستاری
تزلزل ڈال دے ایوانِ استبداد میں ایسا
کہ استحکامِ حریت ہو اس گھر کی نگونساری

تجھے امیدِ غمخواری نہ رکھنی چاہیے ان سے
سکھائے جن کا مشرب فتنہ پردازی ستمگاری

تجھے احساسِ بربادیٔ خرمن ہو تو کیونکر ہو
کہ اجرامِ کرم گستر ہیں سرگرمِ شرر باری

مگر یہ یاد رکھنا چاہیے اُن بد نصیبوں کو
کہ رسوائی و خواری ہے مآلِ مسلم آزاری

خدا کو جب کسی کا خاتمہ منظور ہوتا ہے
جہاں میں دشمنِ اسلام وہ مشہور ہوتا ہے

کبھی جانِ چمن تھیں زمزمہ پیرائیاں تیری،
قفس میں ہے خموشی آج کل مہرِ دہاں تیری

تو اس محفل میں وہ ساغر کشِ صہبائے حسرت ہے،
کہ ٹپکی خون بن بن کر شرابِ ارغواں تیری

گئے وہ دن کہ تو سرسبز تھا گلزارِ عالم میں
چمن پیرائے ہستی تھی بہارِ بے خزاں تیری

گیا وہ وقت جب تو مہرِ انوارِ حقیقت تھا
جہاں میں تھیں شعاعیں چار سُو پرتو فشاں تیری

کہاں ہے وہ مثالِ برقِ مضطر تلملا جانا

Taj Tahir Foundation

کہاں ہے غیرتِ سیماب وہ بیتابیاں تیری
ہوا ہے کیوں مثالِ چشمۂ آئینہ بے جنبش،
محیطِ بحرِ ہستی تھیں کبھی پہنائیاں تیری
جہاں کوہند سے ہسپانیہ تک روند ڈالا تھا
سنے غرناطہ و دہلی سے کوئی داستاں تیری
کہاں تک عظمتِ پیشیں کے افسانوں کو دہرائیں
کہ تفسیرِ کتابِ غم ہے شرحِ داستاں تیری
عبث ہستم ز دورِ چرخ لب دیرینہ شکایت ہا
کہ ہست ایں قصۂ پارینہ نمکپاشِ جراحت ہا
الا اے مسلمِ خوابیدہ تا کے ایں تن آسانی
کہ ایامِ کمالِ عیش و عشرت شد بہ نادانی
میسّر اب تجھے کاشانۂ کہنہ نہیں ہوتا
ترے اسلاف تھے زینت طرازِ کاخِ سلطانی
تو ہے شیرازہ بندِ دہر لیکن خود پریشاں ہے
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
پشیمانی بھی تنہا فائدہ کچھ دے نہیں سکتی
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

Taj Tahir Foundation

مثالِ ذرّہ کیوں پامال ہوتا ہے بیاباں میں
درخشاں ہو کے حاصل کر وہی خورشید سامانی
اسی میں راز ہے مرموزِ تیموری کامرانی کا
کہ تو ہو جائے دل سے عاملِ احکامِ یزدانی
خریدار اتنے پیدا کر متاعِ سوزِ اُلفت کے
کہ جنسِ درد کی بازارِ عالم میں ہو ارزانی
سکونِ خوابِ غفلت دیکھ کر تیرے شبستاں میں
سناتے ہیں "لسان الغیب" یہ پیغامِ روحانی

بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم

سُن اے مسلم فغانِ بلبلِ درد آشنا ہو جا
چمن میں غنچۂ گُل کے چٹکنے کی صدا ہو جا
گرفتارِ طلسماتِ مجازی کیوں ہے عالم میں
خدائے لم۔ فزا موشِ خیالِ ماسوا ہو جا
ولائے سرورِ عالمؐ ہے رازِ ہستیٔ مسلم
غبارِ راہِ یثرب ہو۔ نثارِ مصطفیٰؐ ہو جا
تو قطرہ ہے مگر تجھ میں خواصِ بحرِ پنہاں ہیں

جہاں میں صورتِ ہنگامۂ طوفاں بپا ہو جا
جہاں ہیں گر خزاں ہا آشنا رہنے کا خواہاں ہے
چمن میں بے تعلق صورتِ بادِ صبا ہو جا
ارے نادان۔ تو گلگونۂ رخسارِ ہستی ہے
محبت گلرخوں کی چھوڑ کر خود دلربا ہو جا

× × × × × ×

نہ خوفِ باغباں ہے اب نہ ہے صیّاد کا کھٹکا
نشیمن شاخِ گل پر باندھ کر نغمہ سرا ہو جا
گئے وہ دن کہ ترکِ آرزو بھی جزوِ مذہب تھا
بقا کا ہے اگر خواہاں ہمہ تن مدّعا ہو جا
اگر فہمی قیامِ دہر تحریکاتِ دوراں را
حیاتِ تازہ بخشی قالبِ ایامِ بے جاں را

("کہکشاں"۔ جنوری، ۱۹۱۹ء)

پیغامِ حیات

ترکِ آداب نہ کر مائلِ پندار نہ ہو
سرِ منصور نہ بن زیبِ سرِ دار نہ ہو
جذبۂ عشق تو ہے باعثِ اعزازِ بشر
کون کہتا ہے کہ تو عشق میں خود دار نہ ہو
ڈھونڈ خود محفلِ جاناں میں مقامِ ممتاز
تو جو خود دار ہے منت کشِ اغیار نہ ہو
سائلِ وصل نہ ہو عشق کی توہین نہ کر
ننگِ عشاق نہ بن خاکِ درِ یار نہ ہو
وصل یہ ہے کہ تپش میں ہو بسر مدّتِ ہجر
خواہشِ وصل میں رسوائے سرِ بازار نہ ہو
خوئے تسلیمِ جفا بھی تو جفا کاری ہے
جب جفا پر کوئی آئے۔ تو وفادار نہ ہو

Taj Tahir Foundation

جنسِ آلام تو ہے زینتِ بازارِ حیات
غم جو پیش آئے کوئی جان سے بیزار نہ ہو

لطف کیا وادیٔ وحشت میں اُٹھائے مجنوں
اگر اندیشۂ آبلہ پائی خارش خار نہ ہو

پڑھ دوا کے لیے قانونِ "شفاءٌ للناس"
گر مسیحا سے علاجِ دلِ بیمار نہ ہو

راز اگر اپنی حقیقت کا ہو معلوم تجھے
کب یہ ممکن ہے کہ تو محرمِ اسرار نہ ہو

تجھ کو زیبا نہیں اُفتادگی و مدہوشی
بے خبر۔ خاکِ درِ خانۂ خمّار نہ ہو

اپنی ہستی کو بنا کشمکشِ آبادِ عمل،
مسلمِ سبحہ نہ بن ہندوئے زنّار نہ ہو

ہر نوا سازِ حوادث کی ہے پیغامِ حیات
حیف اُس آنکھ پہ جو آج بھی بیدار نہ ہو

("گلشن"۔ فروری، ۱۹۱۹ء)

Taj Tahir Foundation

ستارۂ سحر

رات جب طولِ شبِ ہجراں مرا غمخوار تھا
ساری دنیا سو رہی تھی اور میں بیدار تھا
شب کی تاریکی مصیبت ناک و وحشت خیز تھی
محفلِ فطرت کی خاموشی جنوں انگیز تھی
ایک دم فرصت نہ تھی نالوں سے آہِ سرد سے
دم بدم پہلو بدلتا تھا فشارِ درد سے
ساعتیں گنتا تھا غم کی پاسداری کے لیے
آسماں پر تھی نظر اختر شماری کے لیے

آسماں والوں نے جب افسردہ دل پایا مجھے
دفعتہً اک اخترِ تاباں نظر آیا مجھے
میں نے پوچھا اُس سے اے شب زندہ دارِ آسماں
تیری ہستی سے منوّر ہے دیارِ آسماں،

تیرے رُخ کو کیا کہوں، اختر کہوں، گوہر کہوں
یا عروسِ آسمانِ شرق کا جھومر کہوں

تو فلک کے میکدے کا ساغرِ سرشار ہے
یا صدف میں آسماں کے اک دُرِ شہوار ہے
یا سکوتِ شب میں سُن کر میری آہِ دل فگار
دیدۂ فطرت سے ٹپکا بن کے اشکِ بے قرار
تیرے پیہم جھلملانے سے ہے پیدا اضطراب
تو ہے میری بے قراری سے سراپا اضطراب
قاصدِ راحت ہے پیغامِ الم ہے کیا ہے تو
جام ہے جھومر ہے دُر ہے اشکِ غم ہے کیا ہے تو

سُن کے تارے نے کہا "اے بلبلِ باغِ سخن"
پست ہے تیرا تخیّل بھی جو تو ہے خستہ تن
اختر تابندۂ مشرق ہوں میں گوہر نہیں
دُر نہیں آنسو نہیں جھومر نہیں ساغر نہیں
جس طرح دنیا کی ساری زیب و زینت دیں سے ہے

Taj Tahir Foundation

یہ مرا فورِ جبیں پابندیٔ آئیں سے ہے

میں وداعِ شب کا پیغامِ حیات افروز ہوں
پیشکارِ آفتابِ کائنات افروز ہوں
ٹوٹنے کو ہے ابھی تاریکیٔ شب کا طلسم
ہے نمودِ سیمیائی بزمِ کوکب کا طلسم
محفلِ انجم سوئے مغرب رواں ہونے کو ہے
کوکبِ شاہنشہِ مشرق عیاں ہونے کو ہے

عالمِ علوی سے تجھ کو نسبتِ دیرینہ ہے
محشرستانِ محبت خیز تیرا سینہ ہے
غمزدہ کیوں ہے ابھی ہونے کو ہے صبحِ وصال
دُور کر دل سے شبِ ہجراں کا اندوہ و ملال
آمدِ خورشید سے ہوگا مسرّت کا ظہور
پھول باغوں میں کھلیں گے چہچہائیں گے طیور

صبح ہونے کو ہے اب تو بھی صبا رفتار ہو — اے بہار افروزِ ہستی! بازنیتِ گلزار ہو

Taj Tahir Foundation

تأثرات

الم نصیب ہوں افسردہ ہوں نزار ہوں میں
کہ اک بجھی ہوئی شمع سرِ مزار ہوں میں

سکوتِ شام ابد تک امیدِ عیش نہیں
نمودِ صبحِ ازل سے جو سوگوار ہوں میں

خمارِ بزمِ شبانہ ہے میری آنکھوں میں
خروشِ محفلِ دوشیں کی یادگار ہوں میں

فراق میں ہے جگر داغ داغ اے ہمدم
خزاں کے عہد میں گلزارِ نو بہار ہوں میں

عیاں ہے میری خموشی سے دردِ پنہانی
فغاں کا شور نہیں آنسوؤں کا تار ہوں میں

اگرچہ رو نہیں سکتا مگر ہے قصدِ فغاں
اسیرِ کشمکشِ جبر و اختیار ہوں میں

بیانِ حسرت و حرماں مری کہانی ہے
شکایتِ ستم و جورِ آسمانی ہے

وفورِ غم نے کیا مائلِ فغاں مجھ کو
ستانے آئی ہے پھر یادِ رفتگاں مجھ کو

جو محفلیں ہوئیں نذرِ تطاولِ گردوں
میں ذکر اُن کا کروں تاب ہے کہاں مجھ کو

کہ پیچھے چھوڑ گئے اہلِ کارواں مجھ کو
اجاڑ ہو گیا اپنا ہرا بھرا گلزار،
پسند آئے گی کیا سیرِ گلستاں مجھ کو

چمن میں تھا میں گلِ سرسبد کبھی ایسا
کہ جانتے تھے سبھی فخرِ بوستاں مجھ کو

مگر زمانۂ حاضر میں ہوں وہ برگِ خزاں
کہ ننگِ شاخ سمجھتے ہیں باغباں مجھ کو

دریں چمن کہ کسے نشنود فغانِ مرا
کجاست برق کہ بردارد آشیانِ مرا

("کہکشاں"۔ اپریل، ۱۹۱۹ء)

Taj Tahir Foundation

پیامِ حافظ

روحِ حافظ سے کہا میں نے کہ اے عشق طراز
تیرا سینہ ہے نہاں خانۂ اسرارِ نیاز
تجھ سے میں پوچھتا ہوں سرِّ معمائے حیات
کہ تجھے کہتے ہیں سب اہلِ صفا محرمِ راز
بے ثباتی ہے جہانِ گزراں کی مشہور
بے صدا ہونے کو ہے ہستیٔ موہوم کا ساز
عشق کیا چیز ہے؟ اک محنتِ حرماں انجام
صرفِ تعمیرِ اجل خال و خطِ حسنِ مجاز
کوئی دن جاتا ہے ہونے کو ہیں پیوندِ زمیں
عشق کی شانِ جنوں۔ حسن کے ناز و انداز
ہر گھڑی چلّے پہ ہے ناوکِ صیادِ اجل
کسی طائر کو بھلا کیا ہو دماغِ پرواز
جب فضا دہر کی ہے برقِ فنا سے معمور
کیوں اُڑے اوجِ تجسّس پہ عمل کا شہباز

Taj Tamir Foundation

جامِ ہستی کا نتیجہ ہے جو خمیازۂ مرگ
ایسی مے پر تو نہیں چاہیے فتوائے جواز

مصرعِ گو رہے جب مقطعِ نظمِ ہستی
فائدہ کیا جو ہوئے شعر سراپا اعجاز

سارے ہنگاموں کا انجام ہے جب خوابِ عدم
پھر یہ بے سود ہے سب جوش و خروشِ مستانہ و تار

خندۂ مرگِ مفاجات۔ قناعت آموز
یہی بہتر ہے نہ ہو دامنِ امید دراز

سُن چکا جب یہ خرافاتِ ہلاکت تاثیر
ہنس کے کہنے لگا وہ نازشِ خاکِ شیراز

"خیز و در کاسۂ زر آبِ طرب ناک انداز
پیش از آنکہ شود کاسۂ سر خاک انداز

عاقبت منزلِ ما وادیٔ خاموشاں است
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

("کہکشاں"۔ مئی، ۱۹۱۹ء)

Taj Tahir Foundation

○

بیار باده که فصلِ بهار باز آمد
صبا به تربیتِ لاله زار باز آمد

بیا به عزمِ چمن باز رخت بربندیم
که ابرها به سرِ کوهسار باز آمد

بیار باده که در بارگاهِ خلوتیان
حریفِ ساده رُخی باده خوار باز آمد

زمانه چنگ صبوحی کشان بلند نواخت
که دَورِ دورِ شکست خمار باز آمد

شرابِ کهنه به پیمانهٔ دلم جوشید
که عهدِ مُغبچهٔ عشوه کار باز آمد

ببانگِ چنگ غزل راد گر نه سر گیرم
که ناصح از برِ ما رفت و یار باز آمد

ببین کرامتِ شوقم که یارِ برهم خو
ز جذبهٔ دلِ من بی قرار باز آمد

نگارِ شوخ که تمکینِ ناورا ورزید
به پُرسشِ دلِ امیدوار باز آمد

بیار رفت چو سالک معاشران گفتند
که بندهٔ به درِ شهریار باز آمد

(به عمر ۲۵ سال)

Taj Tahir Foundation

نوائے درد

(چند پریشان خیالات)

سُنا کر مطربِ خوش گو نے نغمے عہدِ ماضی کے
نوائے درد سے معمور کی محفل زمانے کی
بھرا کچھ رنگ ایسا سرگزشتِ بزمِ دوشیں میں
کہ خون آلود ہیں سب سرخیاں میرے فسانے کی

یہ مانا روکشِ فصلِ بہاراں تھے قدم اپنے
یہ مانا تھی ہمیں سے گلشنِ عالم کی شادابی
مگر اب تو نہ وہ بادِ صبا ہے اور نہ وہ گُل ہیں
انھی شادابیوں کی یاد ہے سامانِ بے تابی،

بہارِ رفتہ میں اے ہم نشیں ہم گُل بداماں تھے
پھلا پھولا تھا اپنا بھی نہال فارغ البالی
مگر اب تو مثالِ سبزۂ بے گانۂ گلشن
لکھا ہے اپنی قسمت میں خزاں کا داغِ پامالی

Taj Tahir Foundation

وہ طائر جن سے تھا ہنگامہ زارِ نغمہ باغ اپنا
پڑے ہیں کینۂ صیاد سے قیدِ مصیبت میں
خموشی موت کی چھائی ہے ان افسردہ پھولوں پر
جو محرومِ نوائے عشق ہیں ایامِ فرقت میں

اسیری میں اُڑا ہنگامۂ شورِ بیدگی سر سے
وہ وحشی ہے جو تعزیرِ جنوں میں پا بجولاں ہے
ہے پہروں جھانکتا آزادگانِ بزمِ امکاں کو
نگاہیں اُس کی ہیں اور روزنِ دیوارِ زنداں ہے

وہ غنچے جن پہ ہے حسن و جمالِ رنگ و بُو رقصاں
شگفتہ ہوں الٰہی افتخارِ بوستاں ہو کر
رہے بھی تو رہے کیا صورتِ برگِ خزاں دیدہ
وبالِ باغ، ننگِ شاخ، رنجِ باغباں ہو کر

("کہکشاں"۔ جون، ۱۹۱۹ء)

سودائے خام

ساقیٔ بزمِ وفا جام پہ دے جام ابھی
کہ ہیں تشنہ تری محفل کے مے آشام ابھی

میرا آغازِ جنوں دیکھ کے کہتا ہے رقیب
تجھ کو معلوم نہیں عشق کا انجام ابھی

منحصر پختگیٔ عقل پہ ہے عشق کہاں
یہ تو تسلیم کہ سودا ہے مرا خام ابھی

مجھ کو محبوسِ قفس دیکھ کے ناصح نے کہا
دیکھ آزادیٔ کامل کا نہ لے نام ابھی

کوئی دم اور بسر نالۂ غم میں کر لے
نغمۂ عیش کا آیا نہیں ہنگام ابھی

قیس آزاد ہوا بادیہ پیمائے حیات
اور محمل میں ہے لیلائے سیہ فام ابھی

سرد مہری نہ دکھا آگ لگا دے ساقی
کہ شرر خیز ہے آتش کدۂ جام ابھی

طائرِ رنگ تو ہے بالکشائے پرواز
اور میں وقفِ تپیدن ہوں تہِ دام ابھی
ہو چکی ختم مری طرزِ خطا کاریٔ خاص
اور جاری ہے تری سرزنشِ عام ابھی
قفسِ تنگ میں کیا لطفِ تپش اے صیّاد
کوئی دم مجھ کو تڑپنے دے تہِ دام ابھی
برہمن بھی ہوئے توحید کے قائل لیکن
تو ہے مصروفِ پرستاریٔ اصنام ابھی
عافیت سوز ہے یہ کشمکشِ نام و نمود
رہنے دے خواہشِ شہرت مجھے گمنام ابھی

("کہکشاں"۔ فروری، ۱۹۲۰ء)

Taj Tahir Foundation

ہم اور وُہ

وہ کارزارِ دہر میں ہیں سخت کوشِ عشق
ہم جور کو ہنوز سمجھتے ہیں نازِ یار
اغیار کا تو دامنِ امید ہے دراز
ہم کر رہے ہیں اپنی تمنّا کا اختصار
اک وہ ہیں اور قوّتِ بازو پہ اعتماد
اک ہم ہیں اور لطیفۂ غیبی کا انتظار
تدبیر سے اُنھیں تو مُیسّر ہے عیشِ نقد
ہم ہیں کہ کھائے بیٹھے ہیں تقدیر پر اُدھار
قومے بہ جد و جہد گرفتند وصلِ یار
قومے دگر حوالہ بہ تقدیر می کنند،

(”کہکشاں“، اپریل، ۱۹۲۰ء)

Taj Tahir Foundation

کارزارِ حیات

ایک دن ناکامیٔ ارماں سے میں تنگ آگیا
اور ہجومِ یاس میں جینے سے جی گھبرا گیا
ہوگئی دھندلی غمِ حرماں سے تصویرِ حیات
ہل گئی سیلابِ مایوسی سے تعمیرِ حیات
تھی یہی خواہش کہ دنیا سے فنا ہو جاؤں میں
جی میں آیا خودکشی کر کے رہا ہو جاؤں میں
یا جہاں کو چھوڑ کر اک دشت میں تنہا رہوں
زندگی بھر بیٹھ کر یادِ خدا کرتا رہوں
دیر تک اس رنجِ بے پایاں سے میں نالاں رہا
دیدۂ خونیں مرا منّت کشِ داماں رہا
پھر گیا روتا ہوا اک پیر صاحب دل کے پاس
جیسے پیاسا بھاگ کر پہنچے کسی ساحل کے پاس

عرض کی اُس سے کہ میں ناکامیوں میں ہوں اسیر
رہنمائی کر مری اے مرشدِ روشن ضمیر
تجھ کو رازِ زندگی اچھی طرح معلوم ہے
اور مرا تاریک دل اس نور سے محروم ہے
زندگی کی اُلجھنوں کو کس طرح سلجھاؤں میں
یاس سے تنگ آ کے کہتا ہوں کہ مر ہی جاؤں میں
خودکشی کر لوں کہ ترکِ لذتِ دنیا کروں
اے خرد پرور۔ خدارا اب بتائیں کیا کروں

سر ہلا کر پیرِ دانش مند نے مجھ سے کہا
اشکباری ہے عبث اے دلفگارِ زندگی
سو برس تک میں نے کی ہے جستجوئے رازِ دہر
مجھ سے بڑھ کر کون ہوگا رازدارِ زندگی
عمر بھر کا تجربہ یہ تجھ سے کرتا ہوں بیاں
کاوشِ سود و زیاں ہے کارزارِ زندگی
گلبستانِ مسرت کی یہی اک راہ ہے

Taj Tahir Foundation

گو کہ کانٹوں سے بھری ہے رہگزارِ زندگی
خارِ غم ہے زینتِ گلزارِ عالم اے عزیز
ہے خوشی کے خون سے رنگِ بہارِ زندگی
یاس بیہودہ خیالِ رنجِ ناکامی فضول
ہے اُمیدِ کامرانی سے وقارِ زندگی
خودکشی کرکے جو آزادی ملے وہ ہے ذلیل
ایسی لاکھ آزادیاں کردے نثارِ زندگی
نشہ جب کچھ بھی اُترتا ہے گرے جاتے ہیں رند
لغزشِ ناکام کیا ہے اک خمارِ زندگی
تو مسلسل پی کہ اک دم بھی خمار آنے نہ پائے
نشہ بے پایاں رہے۔ اے بادہ خوارِ زندگی

کہتے ہیں سب فلسفی بیکاریٔ اعضا کو موت
ہے فقط دستِ عمل میں اختیارِ زندگی
اک خلش میں اک تڑپ میں ہو بسر عمرِ عزیز
اضطرارِ زندگی ہے اقتدارِ زندگی

جان ہے سینے میں گر جوشِ تمنّا دل میں ہے
ہے تمنّا ہی سے قائم اعتبارِ زندگی
جا کہیں سے دل میں پیدا کر وفورِ اضطراب
دل میں ہے کچھ بھی اگر ذوقِ قرارِ زندگی
نغمۂ ہنگامہ زا اس وقت ہوتا ہے بلند
ربطِ ہستی میں جب لرزاں ہو تارِ زندگی
اُٹھ اُمیدیں ساتھ لے کر غم کو دل سے دُور کر
اپنے نغموں سے فضائے دہر کو معمُور کر!

Taj Tahir Foundation

فرزندانِ ہند

کیا شفق کے ہلکے ہلکے رنگ دیتے ہیں بہار
جب گلابی بادلوں میں ڈوبتا ہے آفتاب
صبح کی شبنم سے دُھل کر خوشنما لگتا ہے گُل
رکھتے ہیں قوسِ قزح کے رنگ کیسی آب و تاب

سایہ ہے برگِ خزاں دیدہ پہ کیسا خوشگوار
کتنی ہے خاموش چشموں کی روانی دلفریب
کشتِ پختہ کا سنہری رنگ فردوسِ نظر
سبز شاخوں پر ثمر ہیں ارغوانی دل فریب

لیکن اک شے سے شفق کی دلفریبی بھی ہے مات
اور خجل ہے صبح کی پہلی شعاعِ نور بیز
ہند کے بچّوں کی آنکھوں میں محبت کا وہ نور
جس سے امّید و تخیّل کی جھلک ہے جلوہ ریز

Taj Tabrizi Foundation

وہ چمک جو ان عمیق آنکھوں میں آتی ہے نظر
ہے کمالِ شوق و رازِ آرزو کی داستاں
ایک طاقت ہے جو میری روح کو کرتی ہے جذب
اک کرن ہے جس کا منبع ہے دیارِ لامکاں

میں نے دیکھا ہے ہر اک کے چہرۂ پاکیزہ کو
شوکتِ الہام جن کے خال و خط سے ہے عیاں
نوجوانانِ وطن اسلاف کے ہیں یادگار
قوم کی عظمت کا ہے احساس ہر دل میں نہاں

زندہ ہے اب تک وہ حیرت خیز پیغامِ عمل
دیوتاؤں سے جو پاتے تھے خردمندانِ ہند
تھی وطن کی شان جس درس خرد سے اوج پر
اس کو پھر دہرا رہے ہیں آج فرزندانِ ہند

Taj Tahir Foundation

یہ زمانِ حال ہو جائے گا ماضی ایک دن
اک عظیم الشان مستقبل ہے میرے روبرو

طفلِ ناداں کو چڑھے گا جب جوانی کا نشہ
اور جوانی ہو گی سرمستِ شرابِ آرزو

پھر وہ برسوں کی تمنائیں بھی ہوں گی کامیاب
کر سکی مردہ نہ جن کو گردشِ دورِ زماں
رشکِ شانِ دوش ہو گی شوکتِ فردائے قوم
جاگ اُٹھے گی عظمتِ دیرینۂ ہندوستاں

Taj Tahir Foundation

درسِ عمل

ہم نفس! آ غمِ دیرینہ کو پھر یاد کریں
عالمِ درد ہے ویراں اسے آباد کریں

اِس چمن میں ہے یہ دستور کہ مرغانِ اسیر
قید میں رہ کے ہوا خواہیٔ صیّاد کریں

نذرِ دستِ نگہِ ملّت ہو یہ آئینِ کہن
اک نئی رسمِ وفا عشق میں ایجاد کریں

یک قلم ترک کریں شیوۂ تسلیم جفا
دل ہے پابندِ وفا اب اِسے آزاد کریں

یہ شکایت کی زباں بند رہے گی کب تک
گلۂ جور کریں شکوۂ بیداد کریں

نہ ہوں دم بھر کو بھی ہنگامۂ ہستی میں خموش
کبھی نالہ کبھی شیون کبھی فریاد کریں

Taj Tahir Foundation

کاٹ دیں کوہِ مصائب تو بہے جوئے مراد
عشق میں پیروئ سنّتِ فرہاد کریں

ناموافق ہے اگر ایک گلستاں کی ہوا
آ! کہ ہم اور خیاباں کوئی آباد کریں

تیرہ سو سال سے جو وقفِ فراموشی ہے
آ کہ وہ درسِ عمل از سرِ نو یاد کریں

پھر جنوں تازہ کریں گیسوئے لیلائے حیات
قیسِ مایوس ہو پھر بادیہ پیمائے حیات

Taj Tahir Foundation

یادِ رفتگاں

کیا کبھی غور کیا مسلمِ دانا تو نے؟ کارنامے کیے آفاق میں کیا کیا تو نے
تھی تپاں جس کی تجلّی کے لیے ہستیِ عشق ہائے وہ حسن کیا وقفِ تماشا تو نے
تیرے دیوانوں سے آباد ہُوا دشتِ جنوں گوشہ گیروں کو کیا بادیہ پیما تو نے
اہلِ دنیا تھے پرستارِ بتانِ الحاد جلوۂ شاہدِ توحید دکھایا تو نے
اس زمانے میں کہ تاریکیٔ باطل تھی محیط کی بپا انجمنِ ملّتِ بیضا تو نے
وارثِ ارض ہمیں دشتِ عرب کے بدوی کر دیا خاک کو ہم دوشِ ثریا تو نے
وحشیوں کو سبق آئینِ عمل کا دے کر بخش دی سلطنتِ قیصر و کسریٰ تو نے
روزہ رکھ کر جو پڑھیں تیغ کے سائے میں نماز ایسے عشاق کیے دہر میں پیدا تو نے
دن کو تھے تخت پہ اور رات کو سجادے پر اہلِ دنیا کو کیا طالبِ عقبیٰ تو نے

آہ وہ دن نہ رہے اور وہ زمانے بھی گئے
ہائے وہ رات بھی گزری وہ فسانے بھی گئے

شرر پیدا کر

عظمتِ رفتہ جو چاہے تو جگر پیدا کر
زورِ بازو میں، دعاؤں میں اثر پیدا کر

اسی پانی سے ہری کشتِ تمنّا ہو گی
ابرِ نیساں کی طرح دیدۂ تر پیدا کر

تا بکے طوقِ غلامی میں رہے گی گردن
جس میں سودائے حکومت ہو وہ سر پیدا کر

روئے گا بے پر و بالی پہ قفس میں کب تک
ہے اگر خواہشِ پرواز تو پر پیدا کر

اُٹھ کے جو خرمنِ دشمن پہ گریں برق صفت
خاک میں اپنی وہ جاں سوز شرر پیدا کر

راہب گوشہ نشیں خضرِ رہِ عشق نہیں
راہنما کوئی مہیائے سفر پیدا کر

آبرو دار ہیں آپس میں جو رکھتے ہیں ملاپ
سب سے رشتہ صفتِ سلکِ گہر پیدا کر

تیرے دل میں ہے اگر شوقِ جمالِ مطلوب
چشمِ بینا میں تجسّس کی نظر پیدا کر

لے کے خورشیدِ جہاں تاب سے مقراضِ شعاع
دامنِ شب میں گریبانِ سحر پیدا کر

رونقِ محفلِ ایّام دوبالا کر دے
اِس سیہ خانۂ عالم میں اُجالا کر دے

امر بالمعروف

مسلم! اُٹھ اور جہاد کا کچھ انتظام کر
جس میں نبیؐ کا بول ہو بالا وہ کام کر

پیدا ہوئے ہیں مرحب و عنتر نئے نئے
پھر تو بھی ذوالفقارِ علیؓ بے نیام کر

پھر باغِ مصطفیٰؐ میں نیا گل کوئی کھلا
پھر نکہتِ عمل سے معطر مشام کر

اب تک جو بادہ خلوتِ مینا میں تھا نہاں
آ۔ اس کو آج انجمن افروزِ جام کر

صوفی کی طرح راہبِ عزلت گزیں نہ بن
مردانہ وار فکرِ حصولِ مرام کر

صادق وہی ہے جس کو تمنا ہو موت کی
اس طرح آرزوئے بقائے دوام کر

اُٹھا ہے امتیاز شریف و رزیل کا
کچھ تو خیالِ حرمتِ بیت الحرام کر

Taj Tahir Foundation

ناموسِ دینِ مصطفوی گر نہیں عزیز
پھر خواہشِ عرب نہ تمنائے شام کر

آمادہ ہو قبولِ ہدایت کے واسطے
بعد اس کے انتظارِ جنابِ امام کر

آزاد ہو کے کس لیے تو پا بگل ہوا
اے سروِ ناز باغ میں مشقِ خرام کر

اسلام پر نثار برنگِ حسینؓ ہو
تقلیدِ ہمتِ شہدائے کرام کر

جان و دل و زر و زن و فرزند و خان و ماں
قربان خاک پائے رسولِؐ انام کر،

سالک کمر حمایتِ ملت پہ باندھ لے
تو بھی لہو لگا کے شہیدوں میں نام کر

("زمیندار")

Taj Tahir Foundation

داستانِ حسرت

خزاں سے برباد ہو گئے سب کوئی بھی گل پیرہن نہیں ہے
گماں یہ ہوتا ہے اس چمن پر کہ ہے بیاباں چمن نہیں ہے

دیارِ ہستی کے رہنے والو فسانۂ غم کو دل سے سُننا
نئے مصائب کا ماجرا ہے یہ داستانِ کہن نہیں ہے

ہر ایک مصرع ہے قطرۂ خوں تو شعر ہیں نالہ ہائے موزوں
یہ سب ہے فریادِ جورِ گردوں نمودِ شعر و سخن نہیں ہے

اُڑائیں گردوں نے دھجیاں تک رہا نہ اک تار بھی سلامت
محال ہے اپنی عیب پوشی کہ تن پہ وہ پیرہن نہیں ہے

ہزار افسوس فاش پردہ ہوا عیوبِ برہنگی کا
ہوئے ہیں مردہ بدست زندہ نصیب ہم کو کفن نہیں ہے

زباں پہ ہے کفر کی حکومت تو دل پہ الحاد کا تسلّط
ہوئی ہے توحید ایسی عاجز کہ طاقتِ دم زدن نہیں ہے

یہ طائرانِ حرم سے کہہ دو جہاز اُڑنے لگے ہوا پر
یہ کیسی پرواز مطمئن ہے کہ بیمِ ناوک فگن نہیں ہے

کچھ ایسا چھایا ہے خوفِ صیّاد اپنے گلشن کی انجمن پر
خموش بیٹھے ہیں ہم نوا سب کسی کو تابِ سخن نہیں ہے

جو زینتِ انجمن کبھی تھے۔ ہیں آج زنداں میں پا بجولاں
جو زینتِ انجمن نہیں ہیں۔ تو زینتِ انجمن نہیں ہے

درازیٔ زلفِ کفر سے بھی فزوں ہے طولِ شبِ اسیری
جو اپنے سودا کو تیز کرتا وہ گیسوئے پُر شکن نہیں ہے

ملی ہے تعزیر جس قدر بھی بڑھا ہے ذوقِ گناہ اس سے
دل ایسے بیباک ہو چکے ہیں کہ خوفِ دار و رسن نہیں ہے

کہاں نظر آئے چشمِ لیلیٰ کہاں سے پیدا ہو حُسنِ شیریں
وہ وحشتِ عامری نہیں ہے وہ جذبۂ کوہ کن نہیں ہے

یہ رہنِ تدبیرِ مغربی ہیں وہ غرقِ گردابِ مفلسی ہیں،
عرب کی وہ سادگی نہیں ہے عجم کا وہ بانکپن نہیں ہے

مٹی حکومت کے ساتھ ہی آہ اپنی وہ آن بان ساری
وہ شانِ زمزم نہیں سلامت وہ شورِ گنگ و جمن نہیں ہے

وہ شبِ گذشتہ کے ساز و ساماں کے اب کہاں ہیں نشان باقی
زبانِ شمعِ سحر پہ حسرت کی رہ گئی داستان باقی"

تنہائی

ہنسوں تو اہلِ عالم سب شریکِ خندہ ہوتے ہیں
جو روؤں تو کوئی ہمدم نہیں جز رنجِ تنہائی
خوشی میں حصّہ لینے کے لیے تیار ہے دُنیا
مگر کوئی نہیں سرمایۂ غم کا تمنّائی

جو گاؤں تو جوابِ نغمہ کہساروں سے سُنتا ہوں
بھروں آہیں تو رہ جاتی ہیں معدومِ فضا ہو کر
صدائے بازگشت آتی ہے سُن کر نعرۂ عشرت
مگر نالوں سے کترا جاتی ہے نا آشنا ہو کر

مناتا ہوں خوشی تو مرجعِ اہلِ جہاں ہوں میں
مگر مغموم ہوتا ہوں تو سب آنکھیں چراتے ہیں
زمانِ عیش ہی میں دوست ہیں دُنیا کے باشندے
یہ میری داستانِ درد کب سُننے کو آتے ہیں

Taj Tahir Foundation

اگر خوش ہوں تو لاکھوں ہیں مرے احباب شیدائی
جو غم کھاؤں غمِ بے مہریٔ یاراں سے مرتا ہوں
مرے شغلِ مے گلگوں میں سب شرکت کے خواہاں ہیں
مگر تلخابۂ حسرت کے مے خانے میں تنہا ہوں

بچھاؤں خوانِ نعمت تو بہت ناخواندہ مہماں ہیں
نہیں ہے فاقہ مستی میں شریکِ حال بد کوئی
سخاوت زندگی میں کامیابی کی معاون ہے
مگر ہنگامِ مُردن کر نہیں سکتا مدد کوئی

بساطِ محفلِ عشق و مسرت میں وہ وسعت ہے
کہ طول و عرض میں اس کے سما سکتی ہے اک دُنیا
مگر اس تنگنائے غم میں اے دُنیا کے ہاشندو!
گزرتا ہے ہجومِ بے کسی میں ہر بشر تنہا

(ترجمہ از نظمِ انگریزی)

Taj Tahir Foundation

قیامِ آشیاں ہو یا سکونت قید خانے کی
جو سچ پوچھو تو سب نیرنگیاں ہیں آب و دانے کی

نہیں کوئی بھی سدِ راہ پروازِ تخیل کا
قفس کی تیلیاں ہوں یا سلاخیں قید خانے کی

قفس میں نغمہ ریزی کا ہے باعث نو گرفتاری
ابھی آتی نہیں ہے طرز درد دل چھپانے کی

سُنا ہے آج کل ہیں بجلیاں گلشن میں آوارہ
الٰہی خیر رکھنا میرے اُجڑے آشیانے کی

حیات آبِ رواں کی طرح ہے دریائے ہستی میں
یہاں انسان کا آنا خبر دیتا ہے جانے کی

جسے کہتے ہیں سوزاک شعلہ ہے میرے تپِ غم کا
جسے کہتے ہیں دردِ اک فصل ہے میرے فسانے کی

جفا سے ہے وفا کی جنگ دونوں کو تمنا ہے
اُنھیں تیغ آزمانے کی ہمیں دل آزمانے کی

بلائے جاں یہ بندش ہے بکھر اے طرۂ جاناں
کہ حاجت ہے سمندِ آرزو کو تازیانے کی

مرے عصیاں کا پردہ ڈھانک لے اے دامنِ رحمت
نہیں شرمِ گنہ سے اب تو طاقت سر اُٹھانے کی

ترے فرزند اے خاکِ وطن تیری محبت میں
خوشی سے جھیل لیں گے سختیاں سارے زمانے کی

جنوں ہو جان و مرنج اپنا طریق کار ہے سالک
بدی بھی کر نہیں سکتے کسی سے ہم کجا نیکی

(میانوالی - ۱۹۲۲ء)

فصلِ گُل آمد و گلزار ہمانست کہ بود
غمزۂ نرگسِ بیمار ہمانست کہ بود

سرم از جوششِ سودائے کہن شد خالی
ورنہ آں طرّۂ طرّار ہمانست کہ بود

آں تقاضا کہ دلم کرد چناں بود کہ ہست
وز لبِ لعلِ تو انکار ہمانست کہ بود

غمزہ ہائش شدہ برہم زنِ عالم امّا
چشمِ آں ساقیٔ میخوار ہمانست کہ بود

جُملہ احباب اسیرِ غمِ دنیا گشتند
سالکِ دل زدہ را کار ہمانست کہ بود

(میانوالی - ۱۹۲۲ء)

شوقِ زنجیر کسے فصلِ بہاراں میں نہیں
ان دنوں کونسا وحشی ہے جو زنداں میں نہیں

تیرے پیکاں ہوئے شاید کہ نصیبِ اعدا
اب وہ اگلی سی خلش میری رگِ جاں میں نہیں

عزلت و غربت و بربادی و بے سامانی
کونسی شے مرے کاشانۂ ویراں میں نہیں

اے جنوں اُٹھ گئے وہ دشت نوردانِ کہن
کچھ مزا اب خلشِ خارِ بیاباں میں نہیں

یا بناوٹ تھی پسِ قتل پشیمانیٔ یار
یا وہ اگلا سا اثر خونِ شہیداں میں نہیں

مر تو جاؤں غمِ حرماں سے مگر وائے نصیب
پیشتر وقت سے مرنا بھی تو امکاں میں نہیں

Taj Tahir Foundation

کب تک اے پنجۂ وحشت تنِ عریاں پہ خراش
اب تو اک تار بھی باقی مرے داماں میں نہیں

دوست ہیں فکرِ رفو میں کوئی اُن سے پوچھے
میرے سینے میں ہے یہ چاک گریباں میں نہیں

ہم تھے وعدے پہ ترے خوش مگر اے وعدہ شکن
یہ خبر کیا تھی کہ مضمر ہے تری ہاں میں نہیں

آہ اے یاس ہوئیں ہجر کی آہیں بھی تمام
اب تو اک شمعِ فسردہ بھی شبستاں میں نہیں

دورِ صیاد میں ہامن ہے فقط کنجِ قفس
ان دنوں ہے وہی خطرے میں جو زنداں میں نہیں

صبحدم آ تو گئے آپ مگر اب کیا ہے
سانس تک بھی تو مریضِ شبِ ہجراں میں نہیں

عمر بے صرفہ کٹی فکرِ سخن میں سالک
کام کی ایک غزل بھی ترے دیواں میں نہیں

(میانوالی - ۱۹۲۲ء)

Taj Tahir Foundation

○

شوق کی ناکامیاں خارِ رگِ جاں ہو گئیں
آرزوئیں دل میں یوں بیٹھیں کہ پیکاں ہو گئیں

میرے دل کی ہر تمنا ان نگاہوں پر نثار
جو نگاہیں میرے شکووں پر پشیماں ہو گئیں

کیا دیارِ آرزو میں حشر برپا ہو گیا
یار کی زلفیں بکھر کر فتنہ ساماں ہو گئیں

غیر کے لب پر تبسم۔ او وفا نا آشنا
بزم میں تیری نگاہیں کتنی ارزاں ہو گئیں

لگ گئی فریادِ بلبل سے گلستاں بھر میں آگ
گل بداماں "مہنیاں" آتش بداماں ہو گئیں

شکوۂ صیاد و گلچیں کیا۔ حقیقت تو یہ ہے
چار کلیاں وجہِ تاراجِ گلستاں ہو گئیں

منزلِ موت اب قریب آئی کہ نا امیدیاں
کاروانِ عمرِ عاشق کی حدی خواں ہو گئیں

اب کہاں سالک وہ لذت ہائے بے پایانِ شوق
ہجر کے ہاتھوں جو نذرِ یاس و حرماں ہو گئیں

(میانوالی - ۱۹۲۲ء)

○

سوز میں ساز ہے تو ساز میں سوز — یادِ جاناں ہے کیا خیال افروز
اُف مری جانِ بیکسی پرور — آہ میرا دلِ بلا اندوز
ہائے وہ زلفِ آرزو انگیز — ہائے وہ چشمِ عاشقی آموز
جذبِ اختتامیِ عہدِ وصال — مرحبا یُمنِ طالعِ فیروز
زمزمہ ہے مرا پیامِ فغاں — غم فسردا ہے راحتِ امروز
میری ہستی ہے عشق سے شاداب — کشتِ ممنونِ برقِ خرمنِ سوز
شبِ ہجراں کوئی نہیں غمخوار — اک فقط تیرا درد ہے دل سوز
فرصتِ عاشقی جنوں میں کہاں — بند ہے کاروبارِ شوقِ ہنوز

قید سے لطف اُٹھا لو سالک
پھر کہاں یہ فراغتِ شب و روز

(میانوالی - ۱۹۲۲ء)

Taj Jamil Foundation

○

میں ہستیٔ کُل کا رازجُو ہوں — بیگانۂ ذوقِ رنگ و بُو ہوں
گردش کا اسیر ہوں ازل سے — اک سائلِ دورِ جستجو ہوں
خمیازۂ یاس چیز کیا ہے — سرمستِ شرابِ آرزو ہوں
تو میں ہے۔ یہ ہے مرا عقیدہ — کافر ہوں جو یہ کہوں میں تُو ہوں
حیرت کدہ ہے جمالِ ہستی — اللہ۔ میں کس کے رُوبرو ہوں
کرتا پھرتا ہوں راز دل فاش — کیا دشمنِ ننگ و آبرو ہوں
پہنا سے ہے میری سعی محدوم — قلزم نہیں بلکہ آب جُو ہوں

نفرت ہے مجھے سکوں سے سالکؔ
ہنگامہ پرستِ ہا و ہُو ہوں

(میانوالی۔ ۱۹۲۲ء)

نہ جس میں نقص ہو وہ پیکرِ کمال کہاں
میرے کمالِ محبت کی ہے مثال کہاں

مزاجِ عشق ہوا انتہا پسند جنوں
وہ اب عناصرِ ہستی میں اعتدال کہاں

مرا ہی دل تھا حریفِ تجلّیِ جاناں
کلیم جیسوں کو دیدار کی مجال کہاں

وہ آفتابِ فلک ہے جسے ہے بیمِ زوال
ہمارے داغِ غمِ عشق کو زوال کہاں

ہوا میں خوگرِ دشنام اور وہ عادیٔ جور
مجھے ملال کہاں ان کو انفعال کہاں

وہ سادگی ہی میں ہیں صرف فتنہ انگیزی
انھیں ہے فرصتِ آرائشِ جمال کہاں

خلائے لامتناہی میں عرش سے بھی پرے
گیا ہے اڑ کے مرا طائرِ خیال کہاں

اڑا کے کوئے عدو میں نسیم پھینک آئی
ہوئی ہے جا کے مری خاک پائمال کہاں

تری سکوت نوازی ہی کام آئے تو آئے
مجھے تو طاقتِ گستاخیٔ سوال کہاں

درست حالِ دلِ زار کر تو لوں لیکن
مٹے نہ جب غمِ ماضی خیالِ حال کہاں

اسیر پہنچے ہیں لاہور سے میانوالی
یہاں سے دیکھیے ہوتا ہے انتقال کہاں

کمی تو قید میں احباب کی نہیں سالک
مگر بخاری و بہزاد سے ہم خیال کہاں

(میانوالی - ۱۹۲۲ء)

Taj Jafri Foundation

رونقِ محفلِ امکاں

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

ہندیوں سے ہے نہ ترکوں سے نہ افغانوں سے
رونقِ محفلِ امکاں ہے مسلمانوں سے

رتبۂ قیصر و کسریٰ کو بھلا کیا نسبت
درگہِ احمدِ مختار کے دربانوں سے

جس کو سودا ہوا بطحا کے بیابانوں کا
اس کو کیا کام ہے لندن کے خیابانوں سے

دلِ مسلم ہے بس اک طاقتِ ایماں سے قوی
برچھیوں سے ہے نہ توپوں سے نہ کرپانوں سے

لے گئیں نور کی ایک ایک کرن سب اقوام
مانگ کر ملّتِ بیضا کے شبستانوں سے

ہونے دو عشقِ محمدؐ میں ہمیں پہلے چاک
دامنوں کا یہ تقاضا ہے گریبانوں سے

Taj Tahir Foundation

پھر اُٹھا جوشِ جنوں پھر درِ زنداں ٹوٹا
وسعتِ دشت پھر آباد ہے دیوانوں سے

پھر وہی سوز پرستی ہے وہی ذوقِ تپش
کہہ دیا کان میں کیا شمع نے پروانوں سے

نظر افروز ہے پھر جلوۂ لیلائے حجاز
قیس پھر اُٹھنے لگے نجد کے ویرانوں سے

پھر ہوئی نعرۂ تکبیر کی آواز بلند
کابل و بلخ و سمرقند کے میدانوں سے

قصۂ شوکتِ اسلام سُنا اے واعظ
بھر گئے کان ہمارے ترے افسانوں سے

آج تک سُنتے ہیں ہم نعرۂ توحید کی گونج
اندلس و دہلی کے اُجڑے ہوئے ایوانوں سے

ہو نہ ہو یہ ہے اُسی سطوتِ کبریٰ کا اثر
آج تک دبتے ہیں کفّار مسلمانوں سے

کارواں ہند میں پھر سُست قدم ہے اپنا
جا کے کہدے کوئی بطحا کے حُدی خوانوں سے

(انقلاب، ۲۴ر اپریل ۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

حرفِ "جَاهِدُوْا" کی تفسیر

عجب ہنگامہ پرور تھیں مسلمانوں کی شمشیریں
پلٹ جاتی تھیں جن کی ضرب سے قوموں کی تقدیریں
ہوئیں ایران و روما کے سرودِ عیش پر غالب
عرب کے غازیانِ ملتِ بیضا کی تکبیریں
کبھی ایوانِ قیصر میں تزلزل ڈال دیتی تھیں
امیر المومنیں ہارونِ عباسی کی تحریریں
عرب، ایران، ٹرکی، مصر، کابل، ہند، افریقہ
یہ کیا ہیں؟ ایک حرفِ جاہدوا کی سب ہیں تفسیریں
مسلمانو! جنوں کو تازہ کر لو پھر بہار آئی
اگر منظور ہے لُٹ جائیں محکوموں کی زنجیریں

Taj Tahir Foundation

نہیں ہرگز گوارا خالقِ اکبر کی غیرت کو
کہ حق کے سامنے پھولیں پھلیں باطل کی تدبیریں
کبھی غالب نہ ہوں گے بُت پرست اللہ والوں پر
کہاں اک زندہ ہستی اور کہاں بے جان تصویریں
نہ اب تک دب سکا جو دینِ حق مغرب کی توپوں سے
دبائیں گی اسے کیا سنگھٹن[1] والوں کی تقریریں

("انقلاب"۔ یکم مئی، ۱۹۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

[1] سنگھٹن کی تحریک برِ عظیم کے ہندوؤں نے اس مقصد سے جاری کی تھی۔ کہ ہندوستان میں ہندو راج کا قیام عمل میں لایا جائے۔

علم و عمل

اک واقفِ رموز سے میں نے کہا کہ آج — واعظ ہے دیں شناس نہ صوفی خدا شناس

گر دل سقیم ہو تو کریں کس طرف رجوع — اور روح ہو مریض تو لے جائیں کس کے پاس

چشمے تمام خشک ہوئے علم و ذوق کے — حالانکہ ہے جہاں کو مئے معرفت کی پیاس

واعظ ہے ہر زہ گرد تو صوفی گریز پا — ویران مسجدیں ہیں تو ہیں زاویے اداس

آخر یہ قلب و روح کے بیمار کیا کریں؟

تو ہی بتا کہ حق کے طلبگار کیا کریں؟

سُن کر کہا یہ ہمدمِ روشن ضمیر نے — اے وہ کہ تجھ کو چشمۂ عرفاں کی ہے تلاش

صوفی ہے حق پرست نہ واعظ خدا پرست — دونوں غرض پرست ہیں دونوں صنم تراش

دینِ مُبیں کی راہ میں پتھر بنے ہیں یہ — اِن پتھروں سے شیشۂ ایماں ہے پاش پاش

آ۔ میں تجھے دکھاؤں رہِ مستقیمِ حق — علم و عمل کا آج کروں تجھ پہ راز فاش

روشن ہے شمعِ علم خدا کے کلام میں

نورِ عمل ہے اُسوۂ خیر الانامؐ میں

("انقلاب"۔ ۱۵ مئی، ۱۹۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

اعلائے کلمۃ اللہ

وہ دن آنے کو ہے جب منقلب دورِ زماں ہوگا
مسلمانوں کے حق میں انقلابِ آسماں ہوگا
بہار آئے گی پھر اسلام کے اُجڑے گلستاں میں
اُسی شاخِ کہن پر پھر ہمارا آشیاں ہوگا
کیا سیراب سارے ایشیا کو جس کی موجوں نے
وہ دریا اب کناروں سے اچھل کر بیکراں ہوگا
جھکیں گے جس میں باغی وہ ہماری بارگہ ہوگی
گریں گے جس پہ سرکش وہ ہمارا آستاں ہوگا
جوانوں کو ہُوا احساس جس دن اپنی پستی کا
اُسی دن یاد رکھنا بختِ پیرا اپنا جواں ہوگا

Taj Tahir Foundation

صنم خانوں میں گونجے گی صدا اللہ اکبر کی
منوّر نیّرِ توحید سے ہندوستاں ہوگا
اُسی بُت خانے سے ہوں گے حرم کے پاسباں پیدا
یہاں ہر ایک ناہر سنگھ[1] نصراللہ خاں ہوگا
پیامِ دینِ حق پہنچے گا دنیا کے کناروں تک
منوّر مصطفیٰ کے نور سے سارا جہاں ہوگا

("انقلاب"۔ ۲۲ مئی، ۱۹۲۷ء)

[1] راجہ ناہر سنگھ مغربی ہند کی ایک چھوٹی سی ریاست کے حکمران تھے۔ انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اُن کا نام نصراللہ خاں رکھا گیا۔ ۱۹۲۷ء میں اسلامی ہند میں اُن کے نام کا بہت غلغلہ تھا۔ (مرتب)

Taj Tahir Foundation

بجلیوں کے آشیانے

تو ہی مانا کیا ہے مدّتوں تک حکمراں ہم کو
وہی ہم ہیں، سمجھتا کیا ہے اے ہندوستاں ہم کو
ہمارا کارواں گم کردہ منزل ہو نہیں سکتا
ملا ہے احمدِ مرسل سا میرِ کارواں ہم کو
خدا اپنا، نبیؐ اپنا، زماں اپنا، مکاں اپنا
مٹائے گی بھلا کیا گردشِ دورِ زماں ہم کو
کبھی دشمن کی ہیبت ہم پہ چھائی ہے نہ چھائے گی
کیا اسلام نے تیغوں کے سائے میں جواں ہم کو
وہ وقت آنے کو ہے جب گردنیں اُنکی بھی خم ہونگی
جو ہیں آزار کے درپے سمجھ کر ناتواں ہم کو
توکّل ہے ہمارا ذاتِ باری کی اعانت پر
مسلماں ہیں۔ نہیں ہے عادتِ آہ و فغاں ہم کو

Taj Tamir Foundation

ہنسی آتی ہے ہم کو ان مہابیروں کی جرأت پر
ڈراتے ہیں دکھا کر سنگٹھن کی بجلیاں ہم کو
ہمارے دل تو خود ہی بجلیوں کے آشیانے ہیں
عطا کی ہے خدا نے فطرتِ برقِ تپاں ہم کو
جہاں کو پھر بتا دیں ہم حکومت کیسی ہوتی ہے
بنا دے پھر الٰہی! صاحبِ تاج و نشاں ہم کو

("انقلاب" ۲۹ مئی ۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

جب بُت پرستی چھائی جہاں پر　　جب شرک پھیلا دنیا میں یکسر

بولا مؤذن منبر پہ چڑھ کر

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر

جتنی ثنا ہو اس کی، بجا ہے　　ساری عبادت اس کو روا ہے

سب کا خدا ہے سب سے بڑا ہے

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر

باطل مکانی حق لامکانی　　باطل ہے فانی حق جاودانی

باطل زمینی، حق آسمانی

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر

کانپے یہ سُن کر سب کائناتی　　لاتی منا تی اور سومناتی

پھیلی جہاں میں توحید ذاتی

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر

فوری گھٹا اک بطحا سے اُٹھی　　مشرق پہ گرجی مغرب پہ برسی

دشت و جبل میں تکبیر گونجی

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر

(انقلاب: ۱۰ جون ۶۲ء)

Taj Tahir Foundation

اے احمدِ مختار!

اے شاہِ عربؐ ختمِ رسل سیّدِ ابرارؐ — اے احمدِ مختار
مسلم ہیں ترے نام پہ کٹنے کو طیّار — اے احمدِ مختار
ایمان ہمارا ہے ترے نام کی عزّت — اسلام کی عزّت
ہم کو تری عزّت کے سوا کچھ نہیں درکار — اے احمدِ مختار
پھر کفر صف آرا ہوا ایماں کے مقابل — یزداں کے مقابل
شُدّھی ہوئی تبلیغ سے آمادۂ پیکار — اے احمدِ مختار
لہرانے کو ہے دہر میں توحید کا پرچم — بیتاب ہے عالم
پھر نعرۂ تکبیر سے مرعوب ہیں کفّار — اے احمدِ مختار
پھر تیری تجلّی سے ضیا بار ہے مشرق — بیدار ہے مشرق
پُر نُور ہیں پھر چین و عرب کابل و تاتار — اے احمدِ مختار
پھر فخرِ شہادت کے طلبگار ہیں مسلم — طیّار ہیں مسلم
گونجے گی پھر اسلام کی تلوار کی جھنکار — اے احمدِ مختار
طے جلد کرا دے یہ توقّف کے منازل — ہیں سخت مراحل
اے قافلۂ ملّتِ جرّار کے سردار — اے احمدِ مختار

(”انقلاب“۔ ۱۹ جون، ۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

دُعا

الٰہی حق محمدؐ کی محبت کا ادا کر دے
تو اپنے سارے بندوں کو فدائے مصطفےٰ کر دے

الٰہی واسطہ تجھ کو ترے معراج والے کا
مسلمانوں کو معراجِ ترقی پر رسا کر دے

یہ تیرے ہیں محمدؐ ان کے ہیں پھر غیریت کیوں ہے
انھیں اپنا بنا کر غیر سے یارب جدا کر دے

نہیں دل میں کوئی بھی مدّعا اس کے سوا باقی
کہ مسلم کو الٰہی کامیابِ مدّعا کر دے

غلامی کے قفس میں اب تو دم گھٹنے لگا اپنا
چمن میں فصلِ گُل آئی اسیروں کو رہا کر دے

Taj Tanvir Foundation

مرے اہلِ وطن بیگانہ ہیں سوزِ محبت سے
یہ ہیں ناآشنائے دردانھیں دردآشنا کردے

نئے سر سے بنا محسن کشوں کو بندۂ احساں
جفا کاروں کو پھر پابندِ آئینِ وفا کردے

جو بازاروں میں ہیں دست و گریباں جوشِ وحشت سے
انھیں پھر عقل کی کھوئی ہوئی دولت عطا کردے

"درختِ دوستی بنشاں کہ کامِ دل ببار آرد
نہالِ دشمنی برکن کہ رنجِ بے شمار آرد"

("انقلاب" ۷ راگست ۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

ماتمِ اتحاد

ہماری بزمِ عشرت میں نہ مطرب ہے نہ ساقی ہے
فقط اک شمعِ مردہ یادگارِ عیش باقی ہے

فضائے ہند میں شورِ عناد ایسا ہوا برپا
لبِ عاشق بھی محرومِ حدیثِ اشتیاقی ہے

خرِ لنگِ عدو کل تک جو تھا واماندۂ منزل
اسی کی آج چھل بل رشکِ شبدیزِ عراقی ہے

جو قومیت کے حامی تھے وہ نفرت کے پجاری ہیں
جو کل تک اتحادی تھا وہی آج افتراقی ہے

وطن پر مٹنے والے آج بازاروں میں لڑتے ہیں
ترقی جو اِسے سمجھے وہ مجنوں ہے مراقی ہے

بنانا شعر کو سرمایۂ دشنام و بدگوئی
ہماری رائے میں یہ انتہائے بدمذاقی ہے

(”انقلاب“ ۴ ستمبر، ۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

اے داعیٔ اسلام

اے ناشرِ توحیدِ خدا! کاسرِ اصنام — اے داعیٔ اسلام

آرام دلِ ملّتِ بیضا ہے ترا نام — اے داعیٔ اسلام

پھر کفر صف آرا ہوا ایماں کے مقابل — یزداں کے مقابل

پھر کندہ ہوئی ہند میں اسلام کی صمصام — اے داعیٔ اسلام

آقا ہمیں تبلیغ کی توفیق عطا کر — ہم ہیں تیرے چاکر

پہنچائیں گے ہر ایک بشر تک ترا پیغام — اے داعیٔ اسلام

پھر اپنا تسلّط ہو زمیں اور زماں پر — چھا جائیں جہاں پر

کب تک رہیں زنّاریٔ بُت خانۂ ایّام — اے داعیٔ اسلام

حق سے یہ دعا مانگ کہ ہو صاحبِ عرفاں — ہر ایک مسلماں

ایمان پہ آغاز ہو ایمان پہ انجام — اے داعیٔ اسلام

ایمان کا پھر بادۂ دیرینہ لنڈھا دے — سیراب بنا دے

پیاسے ہیں تری بزمِ محبت کے مئے آشام — اے داعیٔ اسلام

(”انقلاب“ ۹ ستمبر ۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

مختار و مجبور

جو آپس میں نہ ہم لڑتے ذلیل و خوار کیوں ہوتے
عزیزانِ جہاں رُسوا سرِ بازار کیوں ہوتے

جنھیں صدہا برس تک ہند میں زیرِ نگیں رکھا
وہ آکر بالمقابل برسرِ پیکار کیوں ہوتے

اگر غفلت کے ہاتھوں چھن نہ جاتا اختیار اپنا
جو صدیوں تک رہے مجبور و مختار کیوں ہوتے

تن آسانی اگر عادت نہ ہو جاتی مسلماں کی
تو اس پر حرّیت کے مرحلے دشوار کیوں ہوتے

ہوئی ہے وسعتِ ہندوستاں معمور فتنوں سے
اگر مسلم نہ سو جاتے تو یہ بیدار کیوں ہوتے

اگر سچّے مسلماں بن کے دکھلاتے انھیں مسلم
تو ہندو اور سکھ اسلام سے بیزار کیوں ہوتے

("انقلاب"، ۲۰ اکتوبر ۲۷ء)

Taj Tamil Foundation

خونِ مسلم کی ارزانی

مسلماں پست کیوں ہیں قوم کی حالت زبوں کیوں ہے
عَلَم اسلام کا ہندوستاں میں سرنگوں کیوں ہے

دلیلِ شورشِ بزمِ جہاں تھے جن کے ہنگامے
خدا جانے کہ آج اُن کی مجالس میں سکوں کیوں ہے

کبھی اس پر تصدّق تھا شکوہِ قیصر و کسریٰ
تعجّب ہے کہ آج ارزاں مسلمانوں کا خوں کیوں ہے

جو کٹ مرتے تھے کل تک عزّتِ توحید کی خاطر
مؤثر آج اُن پر کفر و بدعت کا فسوں کیوں ہے

وہی طاقت چراغِ راہِ کعبہ جس کو ہونا تھا
تعجّب ہے کہ انگلستاں کی جانب رہنموں کیوں ہے

کوئی کامل منجّم مجھ کو مل جائے تو یہ پوچھوں
نجومِ ملّتِ بیضا کی قسمت وارثگوں کیوں ہے

چمن میں فصلِ گل آئی پیامِ زندگی لے کر
دماغِ عاشقی بیگانۂ جوشِ جنوں کیوں ہے؟

("انقلاب"۔ ۹ اکتوبر ۲۷ء)

Taj Tariq Foundation

گلفروش اور باغبان

اسلامی تجارت میں سرکاری مداخلت

کہا یہ مسلمِ بے کس سے رہنماؤں نے — کیا ہے تجھ کو تری بے زری نے دہر میں پست
وہ دن گئے کہ مدارِ بقا تھا قوّت پر — جہاں میں آج ہے دولت عیارِ فتح و شکست

یہ سُن کے مسلمِ نادار نے دُکاں کھولی — جہاد ترک کیا ہو کے اقتصاد پرست
اس انقلاب پہ طبعی تھا اضطرابِ ہنود — کہ بعدِ سود و رواداریٔ زیاں سخت است
مگر غضب تو یہ ہے اس غرض پرستی میں — معاون اُن کے ہوئے حاکمانِ بلاد ست
یہ حال دیکھ کے مظلومیٔ مسلماں کا — مری زباں پہ ہے یہ شعرِ غالبِ سرمست

"نہ گلفروش نہ ناظم کنہ اہلِ بازار است
تپاکِ گرمیٔ رفتارِ باغبانم سوخت"

("انقلاب"۔ ۲۳ر اکتوبر ۔ ۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

کشاکشِ دیر و حرم

غلط ہے یہ کہ ہمیں کوئی رہنما نہ ملا
یہ گمرہی کی ہوس تھی کہ راستا نہ ملا

ہوا کشاکشِ دیر و حرم کا یہ انجام
کہ برہمن کو صنم، شیخ کو خدا نہ ملا

ملا نہ کوئی بھی سرشارِ بادۂ عرفاں
ہر ایک رند خرابِ مئے مغانہ ملا

جہان بھر کے مصائب ہیں اور مرا دل ہے
ہر اک خدنگِ بلا کو یہی نشانہ ملا

ملے جہاں میں تصوّف کے مدّعی لاکھوں
مجھے تو اُن میں کوئی کیف آشنا نہ ملا

مرے قلم سے کبھی کفر بچ نہیں سکتا
مجھے مزاجِ ازل سے مجاہدانہ ملا

ملا کسی کو "علی پور" اور کسی کو "سیال"
مری جبیں کو محمدؐ کا آستانہ ملا

(انقلاب - ۶ نومبر ۴۷ء)

Taj Tahir Foundation

پیغامِ عمل

کامرانی کا سرِ آغاز ہے انجامِ عمل
صبحِ عشرت جسے کہتے ہیں وہ ہے شامِ عمل

ہے عمل ہی میں نہاں رازِ حیاتِ اقوام
دشمنِ رجعت و ادبار ہے اقدامِ عمل

موت کیا چیز ہے؟ بیکاریٔ اعضا و حواس
زندگی کیا ہے؟ یہی کاوشِ انجامِ عمل

معنیٔ پیہم سے خدا کا بھی ہے ملنا آساں
ذروۂ عرشِ معلّیٰ ہے لبِ بامِ عمل

کامراں منزلِ عقبیٰ میں وہی پہنچیں گے
جو رہے وادیٔ دنیا میں سبک گامِ عمل

کوئی گوشِ شنوا ہو تو سُنے یہ آواز
ہر نوا سازِ حوادث کی ہے پیغامِ عمل

وہی طائر ہیں چمن زارِ جہاں میں آزاد
زندگی جن کی گزرتی ہے تہِ دامِ عمل

یوں تو تاریخ ہے لبریزِ حکایاتِ مگر
حاصلِ زندگیٔ قوم ہیں ایامِ عمل

فطرت اللہ مخالف ہے تن آسانی کی
دینِ اسلام ہے مجموعۂ احکامِ عمل

("انقلاب"۔ ۱۳ نومبر ۱۹۲۷ء)

اجلاس جمعیۃ العلماؔ

یہ مژدہ لائی ہے سرحد سے آج بادِ شمال
ہوئے ہیں جمع پشاور میں اہلِ فضل و کمال

وہ حافظانِ نوامیسِ بارگاہِ جلال
وہ محرمانِ سراپردۂ حریمِ جمال

یہی ہیں آئینہ دارِ شمائلِ نبوی
یہی ہیں نیک عمل۔ نیک دل۔ خجستہ خصال

یہی ہیں پایہ شناسانِ احمدِ مختار
یہی ہیں عاملِ احکامِ ایزدِ متعال

یُقَدِّسُوْنَ لَہٗ ، بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَار
یُسَبِّحُوْنَ لَہٗ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ

انہی کے نور سے روشن تھا ماضیٔ مسلم
انہی کی ذات ہے اُمّید گاہِ استقبال

انہی کی جنبشِ لب میں ہے سلطنت پنہاں
انہی کی خاکِ قدم میں ہیں دولت و اقبال

انہی کے فیضِ ہدایت کا یہ اثر ہوگا
کہ سربلند وہ ہوں گے جو آج ہیں پامال

شریعتِ نبویؐ ہی میں ہے فلاح کا راز
مآلِ نیک یقینی ہے۔ گر ہوں نیک اعمال

(”انقلاب“۔ ۴ دسمبر، ۱۹۲۷ء)

Taj Tahir Foundation

خیرِ مقدم اعلیٰحضرت غازی خلّد اللہ ملکہٗ

نسیمِ رحمتِ پروردگار می آید — بہ ہند کوکبۂ شہریار می آید
بیا کہ بادہ عشرت کشیم و خوش باشیم — کہ ابرِ تر بہ سرِ کوہسار می آید
کشیدہ رفت سوئے ہند شاہِ غازی ما — صبا بہ تربیتِ لالہ زار می آید

"ہمائے اوجِ سعادت بدامِ ما افتاد"
کہ شاہ راہ گزرے بر مقامِ ما اُفتاد

بیا کہ چارۂ تکلیفِ انتظار کنیم — بیا کہ بر قدمت جان و دل نثار کنیم
ہزار درہم داغے کہ دادہ است خزاں — نثارِ مقدمِ رنگینیٔ بہار کنیم
بیا و بر اُفقِ ہند ریز جلوۂ خویش — بیا کہ دیدہ و دل خاکِ رہگزار کنیم

"رواقِ منظرِ ہر دیدہ آشیانۂ تست
کرم نما و فرود آ کہ خانۂ خانۂ تست"

("انقلاب"، ۱۱ دسمبر، ۲۷ء)

ے یہ نظم اس موقع پر کہی گئی۔ جب غازی امان اللہ خاں پادشاہِ افغانستان دورۂ یورپ پر روانہ ہوتے وقت ہندوستان آئے۔

ڈاکٹر انصاری کی خدمت میں*

کوئی جا کر یہ کہے ڈاکٹر انصاری سے
آپ ہی دیں گے شفا قوم کو بیماری سے

ایسی تدبیر کوئی کیجیے اب بہرِ خدا
باز آجائیں جفا کار جفا کاری سے

خاک میں ان کی مساعی کو ملا دیجے اب
کام جن کو ہے شب و روز شرر باری سے

اہلِ ہند اپنے مسائل پہ کریں گفت و شنید
روحِ ایثار سے اُلفت سے رواداری سے

آپ کر لیجیے میثاق مرتب اس وقت
فائدہ کچھ تو ہو جمہور کی بیداری سے

اب تو دلوائیے بھارت کے اسیروں کو نجات
اس غلامی کے سلاسل کی گرانباری سے

اب تو دلوائیے مسلم کو وہ حق جن پہ ہنود
سالہا سال مسلّط رہے عیّاری سے

آرزو یہ ہے کہ محفوظ ہوں مسلم کے حقوق
ہم کو مطلب نہیں ہندو کی دلآزاری سے

("انقلاب"۔ ۲۵ دسمبر، ۱۹۲۷ء)

---

* اس سال ڈاکٹر انصاری مرحوم انڈین نیشنل کانگرس کے صدر منتخب ہوئے تھے۔

فریاد

رسولِ ہاشمی مجھ کو بھٹا لو اپنی گودی میں
جلا جاتا ہوں میں نارِ مصیبت کے شراروں میں
چھپا لو حمزہؓ و حیدرؓ چھپا لو مجھ کو دامن میں
نہیں باقی کوئی دنیا میں میرے غمگساروں میں
نکل اے خنجرِ خالدؓ! نکل آغوشِ تربت سے
کہ ڈیرے کفر کے لشکر نے ڈالے دینداروں میں
نکل کنجِ لحد سے اے صلاح الدّین ایوبی!
کسی نے پھر لگائی آگ میرے مرغزاروں میں
ذرا اے غزنوی بیدار ہو پھر خوابِ شیریں سے
کہ پھیلا شرک پھر ہندوستاں کے گلعذاروں میں
برس بارانِ رحمت بن کے اشکِ دیدۂ غوری
کہ پھوٹیں لالے پھر ہندوستاں کے کوہساروں میں

رہیں پھر کیا سمجھ کر سرزمینِ ہند میں آخر
نہیں جب ایک ذرّہ بھی ہمارے رازداروں میں
مجھے بھی اے شتر بانو! بٹھا لو اپنے محمل میں
سُنا ہے نور اک چمکے گا پھر مکّے کے غاروں میں
سُنا ہے لوگ کہتے ہیں کہ روشن ہونے والا ہے
چراغِ طور پھر بیت المقدس کے مزاروں میں
بٹھا لو ہاں حُدی خوانو! بٹھا لو اپنے محمل میں
کسی کے دردِ فرقت کی تڑپ ہے قلبِ بسمل میں

("انقلاب"۔ ۸ جولائی ۲۸ء)

Taj Tahir Foundation

صاحبِ معراج کا مقامِ بلند

اے شاہِ انبیا و شہنشاہِ کائنات
زینت طرازِ عرش ہیں تیری تجلّیات

پُر نور تیری ضَو سے زمین اور آسمان
روشن ترے فروغِ تجلّی سے شش جہات

تیرا سخن ہے وحیِ خداوندِ دو جہاں
تیرا عمل ہے معنیٔ آیاتِ بینات

اے تیری ذات عقل کا پیرایۂ دوام
اے تیرا نام عشق کا سرمایۂ حیات

توحیدِ حق کا دہر میں آوازہ ہے بلند
یہ سب ہیں تیری ذات کے قدسی تصرفات

"اسریٰ بعبدہٖ" ہے ترے قرب کی دلیل
شاہد ترے عروج پہ معراج کی ہے رات

پہنچا کوئی نہ تیرے مقامِ بلند تک
"موسیٰ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی"

("انقلاب" ۲۱ جنوری ۲۸ء)

Taj Tahir Foundation

اعلیٰحضرت شہریار غازیٔ افغانستان کی یاد میں

ایشیا آج مقدر پہ ہے اپنے نازاں — شدتِ خوف سے ہیں اس کے مخالف لرزاں
مفتخر آج زمانے میں ہے افغانستاں — سیرِ یورپ میں ہیں مصروف امان اللہ خاں

ظلمتیں چھٹ گئیں اقبال ہمارا چمکا
اُفقِ غرب پہ مشرق کا ستارا چمکا

نازشِ عالمِ اسلام کا باعث ہے وہ آج — اہلِ یورپ سے لیا جس نے عقیدت کا خراج
شاہِ درویش صفت مشرقیوں کا سرتاج — کارپرداز۔ اولوالعزم۔ جری۔ سادہ مزاج

جس کی دانش سے بہم شاہ و گدا ملتے ہیں
جس کی ہیبت سے پہاڑوں کے جگر ہلتے ہیں

اے مسلمانوں کو آزاد کرانے والے — ایشیا والوں کی بگڑی کے بنانے والے
نفسِ گرم سے مُردوں کو جِلانے والے — خاکِ ذلت سے غریبوں کو اُٹھانے والے

"اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی
بے حجابانہ سوئے محفلِ ما باز آئی"

("انقلاب"۔ ۱۸ فروری۔ ۲۸ء)

Taj Tarin Foundation

مطرب و شاعر

اک شاہراہ پر کوئی مطرب تھا نغمہ ساز — تھی جس کے سوزِ دل سے منوّر صدائے ساز

تھا اس کی لے میں کیف سرودِ ازل کا رنگ — تھی جلوہ ریز جامِ حقیقت مئے مجاز

لیکن فغانِ نے کو نہ سنتے تھے راہ گیر — تھا سب کا ذوقِ سامعہ محرومِ امتیاز

غالب ہوا تھا ذوق نواہائے درد پر — شورِ کشاکشِ حسد و بغض و حرص و آز

مایوس ہو کے مطربِ دل خستہ چل دیا — اندوہ میں چھپائے ہوئے اک جہانِ راز

چھیڑا پہنچ کے دور اسی نے نوا نے — سوزِ نفس سے پھر وہی آہنگِ جاں نواز

آزاد ہو کے شورشِ انبوہِ عام سے — گونجی فضا میں اس کی نوائے جگر گداز

بجلی گری جہاں کے متاعِ ثبات پر
چنگاریاں سی اڑنے لگیں کائنات پر

شاعر کہ جس کے دم سے ہے ہر دم بہشت گوش — خمخانۂ حیات کی گل بانگ نائے نوش،

اس کی نگاہ پر ہے عیاں رازِ کائنات — اس کے دماغ میں ہے خیالات کا خروش

لیکن پیامِ اس کا سمجھتا نہیں کوئی — سب ہیں ہوا و حرص کی دنیا میں سخت کوش

اس غم سے شیشۂ دلِ شاعر شکستہ ہے — میخانۂ خیال کی ہیں شورشیں خموش

صحرائے دل میں یاس کی آہیں سموم خیز — دامانِ غم پہ خون کے آنسو چمن فروش

لیکن ذرا زمانہ گزرنے کی دیر ہے ہونے کو ہے کشاکشِ امروز وقفِ دوش

ہو جائے گا جو قلزمِ ماضی میں غرق حال واپس ملے گی بزمِ جہاں کو متاعِ ہوش

اس وقت کہنہ ہو گی مئے صافیِ سخن ہو گا شرابِ شعر کا ساقی سبو بدوش

نغمہ ہے دلفریب تو بعدِ مکاں سے ہے

وابستہ کیفِ شعر مرورِ زماں سے ہے

Taj Tahir Foundation

Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No. .....
Date: .....
Call No. .....
(Donated by .....)

نمیدانی گرا ے آزردہ جوشِ اضطرارم را
بحل کن ابتذالِ شیوۂ بوس و کنارم را

ملامت می کند احباب بر بے باکیم امّا
حبیبے کو کہ فہمد جذبۂ بے اختیارم را

ندارم تابِ ضبط و ترسم از رسوائی جاناں
الٰہی لطف فرمایے ربانی رازدارم را

تو در جامِ صبوحی زہرِ غم آمیختی ساقی
شکستہ بادمینا بیت کہ بشکستی خمارم را

بپنداری خموشم فتنۂ رستاخیز ہستم
بہ چشمِ کم مبیں ناصح دلِ ناکردہ کارم را

شبِ آدینۂ ماہِ صیامم یاد می آید
کہ بوسیدم بہ مستی روئے یارِ بادہ خوارم را

نہ امیدے آید اندر دل نہ ذوقِ درد کم گردد
نباید چیز بہ نومیدی دلِ امیدوارم را

زنادانی بعشمار از چمن رازِ چمن گفتی
خزاں آلودہ کردی نکہتِ رنگِ بہارم را

نفس در ذراتِ ہستی را چہ دارد مجتمع یارب
بتارے بستہ شیرازۂ مشتِ غبارم را

من از دلسوزیِ احباب ہم پرہیز ادہم اے سالک
کہ بے دردان زدوگرم منفعل سازند یارم را

مُجاہدین و شہداء

تمھیں سے اے مجاہد و جہان کا ثبات ہے تمھاری مشعلِ وفا فروغِ شش جہات ہے
تمھاری ضَو سے پُر ضیا جبینِ کائنات ہے کواکبِ بقا ہو تم۔ جہاں اندھیری رات ہے
شہید کی جو موت ہے، وہ قوم کی حیات ہے

یہ نکتہ بے نظیر ہے معارف و نکات میں کہ فرق ہے تمھاری اور عوام کی ممات میں
تمھارا امتیاز ہے دوام میں ثبات میں جُدا ہو کائنات سے تو محو اس کی ذات میں
بقا ہے جس کی ذات کو وہ اک خدا کی ذات ہے

مجاہدوں کے بازوئے فلک فگن عجیب ہیں بہادروں کے پنجہ ہائے تیغ زن عجیب ہیں
یہ جسم ہائے خونچکاں و بے کفن عجیب ہیں مجاہد و شہید کے یہ بانکپن عجیب ہیں
حیات بھی حیات ہے، تو موت بھی حیات ہے

زکوٰۃ دے اگر کوئی، زیادہ ہو تو نگری بکھیر دے اناج اگر تو فصل ہو ہری بھری
چھٹیں جو چند ڈالیاں نمو ہو نخلِ تاک کی کٹیں جو چند گردنیں تو قوم میں ہو زندگی
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکات ہے

بلائیں جن کی قوم لے تمھیں وہ شہسوار ہو تمھیں وہ سرفروش ہو وہ تمھیں جانسپار ہو
تمھیں دفاع و احترامِ دیں کے ذمہ دار ہو جو تم نہ ہو تو امن کی بنا نہ استوار ہو
تمھاری تیغ ضامنِ نظامِ کائنات ہے

Taj Tahir Foundation

سرکارِ دو عالمؐ کے حضور میں

مسافرا۔ بہ نبیؐ از من ارمغاں برساں
سجودِ شوق بآں سنگِ آستاں برساں

برو بہ شاہ شہان و زمن سلام نیاز
بہ ساکنانِ حریمش یگاں یگاں برساں

نوائے عشق کہ از قلبِ دو جہاں خیزد
بہ بارگاہ شہنشاہِ دو جہاں برساں

سرشکِ شرم کہ از چشمِ عاصیاں ریزد
بآں کریم خطا پوشِ عاصیاں برساں

ز خم کشانِ غلامی بہ خواجۂ دو سراؐ
شکایتے ز عتابِ خدایگاں برساں

بگو کہ سست شد آہنگِ بربطِ ہندی
بہند نغمۂ چنگِ حجازیاں برساں

بگو کہ محملِ ما شد گراں براہِ حیات
دگر خروشِ درا را بہ کاروان برساں

بگو کہ پیرِ طریقت متاعِ دیں درباخت
بہ شاہ قصۂ طامات صوفیاں برساں

بگو کہ میکدہ خالی ست ساقیا برخیز
دگر شرابِ کہن را بہ میکشاں برساں

بگو ریاضِ عرب سوخت از ہوائے عجم
دگر نسیمِ بہاراں بہ گلستاں برساں

شکستِ بادِ خزاں رنگِ لالہ زار بیا
دگر بہر چمنِ ما بہار وار بیا

(ستمبر، ۱۹۳۵ء)

Taj Jafri Foundation

○

خزاں آمد کہ خونِ عندلیبِ بوستاں ریزد
چو برگ از شاخِ گل ریزد ز منقارش فغاں ریزد
گدازِ دل چناں از راہِ چشمِ خونچکاں ریزد
کہ گوئی بارشِ ابرِ بہار از ناوداں ریزد
اگر بر خاکِ ساقی قطرۂ مے رائگاں ریزد
بہ نزدیکِ حریفاں آبروئے میکشاں ریزد
الٰہی بر سرِ میخانہ بارد ابرِ پُرشورے
چو آں نورے کہ گردِ محفلِ روحانیاں ریزد
ز آہِ جانگدازِ من جگر صد پارہ شد آخر
چو صرصر در خیاباں برگ ہائے ارغواں ریزد
الم در منزلت چوں رفت کردی خونِ ارمانش
عجب از صاحبِ خانہ کہ خونِ میہماں ریزد
بہیں اے محتسب اندازِ نازِ شاہدستاں
کہ گیرد جامِ لبریزے و بہ محفل درمیاں ریزد

Taj Tahir Foundation

نگارم داد دشنامے ز راہِ خشم می گفتم
ہمین است آں تبرزد کز لبِ شکر فشاں ریزد

ندارد ہیچ جدت رنجتین بر آشیاں برقے
الٰہی آفریں برقے کہ بر روئے آشیاں ریزد

دلم مرد و شبابم سرد شد کو شعلہ دم پیرے
کہ از لبہاش حرفے ریزد و آتش بجاں ریزد

فغاں از امتحاں نافہمیٔ آں شوخِ بیباکے
کہ گوید عزتِ عاشق رہ امتحاں ریزد

ربود از محفلِ یاراں تصبیم ہم چو آں برگے
کہ در فصلِ بہار از شاخِ گلبن ناگہاں ریزد

الٰہی کیست کو دامن فشاں آید بدر گاہت
کہ بر گردوں زدامانش غبارِ کہکشاں ریزد

چو ذاتِ مصطفےٰ را خود ملاذِ عاصیاں کردی
شود یارب کہ سالک سجدہ بر آں آستاں ریزد

سوارِ اشہبِ دوراں

تمام دوست ہوئے عازمِ دیارِ حجاز
ہزار حیف ہوا میں نہ زیبِ سپارِ حجاز

یہ التجا ہے کہ احباب مجھ کو یاد کریں
نظر جب آئیں فضاہائے کوہسارِ حجاز

یہ مدعا ہے ملے کائنات کی شاہی
یہ آرزو ہے کہ کردوں اُسے نثارِ حجاز

جگائے دیتی ہے خوں سرد مہریٔ ہجراں
کہاں ہے تابشِ خورشیدِ شعلہ بارِ حجاز

امامِ نجد سے ہے آج رونقِ اسلام
فروغِ لالۂ صحرا سے ہے بہارِ حجاز

زمانِ کفر میں حامی کتابِ سنت کا
وہ دینِ حق کا مجاہد وہ شہریارِ حجاز

بٹھائی دھاک زمانے میں اُس نے ملت کی
سوارِ اشہبِ دوراں ہے تاجدارِ حجاز

ہمیشہ حامیٔ دینِ مبیں رہے سلطاں
ہمیشہ اُس پہ ہو الطافِ کردگارِ حجاز

("انقلاب"۔ ۶ مئی ۲۸ء)

بہ سلطان ابنِ سعود

Taj Tahir Foundation

حجاز کی فضائیں

اللہ کے نام سے ہیں پھر آج معمور حجاز کی فضائیں
وہ حسن و جمالِ کعبۃ اللہ اور اس میں محمدی ادائیں
وہ رحمتِ کردگار کا جوش بندوں کی وہ مضطرب دعائیں
وہ بارگہِ جلال و جبروت وہ عفو و کرم کی التجائیں
لبیک کے جاں فروز نغمے
تکبیر کی دلکشا صدائیں

مسلم ہیں ہم اے خدائے کعبہ اور ہم پہ جہاں کی ہیں بلائیں
توفیقِ عمل اسے عطا کر سن اُمّتِ خستہ کی دُعائیں
در چھوڑ ترا فقیر تیرے
جائیں بھی تو کس کے در پہ جائیں

(”انقلاب“۔ ۲۷ مئی ۲۸ء)

Taj Tahir Foundation

غازیٔ تاجدارِ ما

باز ز مغرب آمد ست موکبِ شہریارِ ما
خندہ بر آسماں زند اخترِ کامگارِ ما

از دلِ شرق و غرب ہم باجِ عقیدتے گرفت
نازشِ روزگار شد نازشِ روزگارِ ما

صبحِ سرور بر دمید قلب بہ سینہ آرمید
سوئے وطن عناں کشید دلبرِ شہسوارِ ما

تا تو رُخت نمودہ خارِ فراقِ گل شدست
اے کہ رُخِ منیرِ تو مایۂ نوبہارِ ما

مطربِ جشن نغمہ زد گرمیٔ بزم بر فزود
بلبلِ عیش نغمہ ریخت بر سرِ شاخسارِ ما

تا دمِ حشر در جہاں قائم و سربلند باد
غازیٔ تاجدارِ ما ضیغمِ کارزارِ ما

بادِ صبا ز ہندیاں حسنِ مرام و شاہ را بگو
ہست ثنا گرِ شما سالکِ دلنگارِ ما

("انقلاب" ۲۲ راگست ۱۹۲۸ء)

بعد دورۂ یورپ غازی امان اللہ خاں شاہِ افغانستان کی مراجعت پر لکھی گئی۔

چراغِ محفلِ ہندوستاں

"عثماں" ہے شاہبازِ سعادت شکارِ ہند — قائم اسی کے نام سے ہے اقتدارِ ہند
شانِ اُس کی مایہ دارِ جہاں بانیِ مغل — ذات اُس کی یادگارِ زمانِ بہارِ ہند
دہلی میں فرشِ راہ ہیں سب ہندیوں کے دل — گویا ہے شہریارِ دکن شہریارِ ہند

باقی ست رنگِ سطوتِ شاہنشہاں ازو
روشن چراغِ محفلِ ہندوستاں ازو

آ اے نظام آ! تری لے لیں بلائیں ہم — آ تیری رہگذار میں آنکھیں بچھائیں ہم
جب تو ہے دل سے عاشقِ ذاتِ مصطفےٰؐ — پھر کیوں نہ تیرے نام کے قربان جائیں ہم
ہو تیرے ہاتھ سے علمِ اسلام کا بلند — دن رات کر رہے ہیں خدا سے دعائیں ہم

از ہمتِ قوی شوکتِ اسلام زندہ باد
برقِ حیات در رگِ ہستی جہندہ باد

("انقلاب" - ۲۷ اکتوبر ۲۸ء)

میر عثمان علی خاں نظام حیدرآباد دکن کی دہلی میں آمد پر لکھی گئی۔

مسیح الملک مرحوم کی یاد

آہ وہ اجمل* کہ تھا زینت دہِ ایوانِ ہند
سب جسے کہتے تھے سرتاجِ مسلمانانِ ہند

ہو گیا تیرِ قضا کی بے پناہی کا شکار
سو گیا مٹی کی چادر تان کر زیرِ مزار

ہو گئے اُس بے ریا کے ساتھ ہی نذرِ اجل
عزم و ایثار و متانت، دانش و علم و عمل

لاکھ اپنے دل کو وقفِ بے قراری کیجئے
سینہ کوبی کیجئے یا اشکباری کیجئے

جو گہر کھویا گیا ہے اس کو پا سکتے نہیں
خفتہ شہرِ خموشاں کو جگا سکتے نہیں

لیکن اُس کی زندگی اک نور کا مینار ہے
جس کی ضَو سے ہندو و مسلم کا بیڑا پار ہے

عظمتِ ذاتی کے ساماں اس میں تھے موجود سب
ہمت و عقل و خرد، مال و نسب، علم و ادب

فکرِ اجمل تھا فلک رس، عزم تھا گردوں فگن
کوہساروں پر بھی تھی اسکی متانت خندہ زن

اس کی ہستی دیدۂ شاہ و گدا کی روشنی
ہے دلیلِ راہ اس کے نقشِ پا کی روشنی

نوجوانو! ہمتِ اجمل سے تم بھی کام لو
گر رہا ہے قوم کا جھنڈا خدارا تھام لو

("انقلاب"۔ ۱۳ جنوری۔ ۲۹ء)

* مسیح الملک حکیم اجمل خاں

Taj Tahir Foundation

ساقی نامہ

خیال افروز تیری تابشِ رخسار ہے ساقی
جنوں آموز تیرا طرۂ طرار ہے ساقی
یہ تیری چشمِ کیف انگیز کی ہے کارفرمائی
کہ اب محفل کی محفل بے پیے سرشار ہے ساقی
ہُوا ہے میکدہ جب سے رہینِ گردشِ ساغر
ہمارے حق میں دورِ گنبدِ دوّار ہے ساقی
تُنک بخشی سے کیا حاصل جُھکا مینا بڑھا ساغر
چمن پر سایہ افگن ابرِ دریا بار ہے ساقی
عدو کو خم کے خم۔ مجھ کو فقط اک جام۔ کیا کہنا
بہت منصف، نہایت غیر جانبدار ہے ساقی

("انقلاب")

Taj Tamir Foundation

ایسی پلائی نرگسِ بادہ خوار نے — نشے سے بڑھ کے لطف دیا ہے خمار نے

رکھا قدم جو باغ میں اس بادہ خوار نے — بھر بھر کے جام پیش کیے لالہ زار نے

داغِ دروں سے گنجِ شہیداں ہے لالہ زار — شعلے اُگائے ہیں مری خاکِ مزار نے

آیا ہوں زیرِ سایۂ دیوارِ مے کدہ — بے خود کیا ہے سایۂ ابرِ بہار نے

اے یاس اب نہ چھیڑ کہ سیراب کر دیا — کشتِ اُمید کو مژۂ اشکبار نے

شکوے ہوئے تمام فراموشِ بے خودی — خاموش کر دیا نگہِ شرمسار نے

مینائے دل لبالبِ خونابِ آرزو — ہم کو تو یہ شراب پلائی بہار نے

یارب ترے ہی ہاتھ ہے شرم برہنگی — آئی ہے موت جامۂ ہستی اُتار نے

تھا کس کا انتظار کہ محفل میں کی تلاش — اُٹھ اُٹھ کے یار کی نگہِ بیقرار نے

اس شوخ پر چلا نہ کوئی دل کا اختیار — کیا کیا جتن کیے دلِ بے اختیار نے

پھر دل میں آ گیا مژۂ یار کا خیال — پھر آبلے میں کی ہے خلش نوکِ خار نے

ہم آپ کو بتائیں گے مرتے ہیں کس طرح — کی کچھ وفا جو زندگیٔ مستعار نے

بس اس قدر حقیقتِ روزِ شمار ہے — بدلا ہے رنگ میری شبِ انتظار نے

ہر ذرہ ہے فسانۂ آشوبِ کائنات — کیا کچھ نہیں کیا مری مشتِ غبار نے

سالک خوشی کی ایک گھڑی بھی نہیں نصیب
مارا ہمیں تو کشمکشِ روزگار نے

Taj Tajir Foundation

○

وہ جوشِ آرزو کا زمانہ گزر گیا
دریائے عاشقی جو چڑھا تھا اُتر گیا

اچھا ہوا کہ پاس ہی ٹھہری دوائے عشق
وہ اہتمامِ چارۂ دردِ جگر گیا

خود دار یاس مری ہوئیں مجبورِ آرزو
میں اُس کی انجمن میں نہ جاتا مگر گیا

اس سے طلب کروں گا ثوابِ گدازِ عشق
میں رُوبرُوئے داورِ محشر اگر گیا

مرنے کو مر گیا دلِ مرحوم نامراد
دنیائے عاشقی میں مگر نام کر گیا

آیا مزاجِ برہمِ جاناں کا جب خیال
شیرازۂ کتابِ تصوّر بکھر گیا

کیا ہوں گی اُس کے ساغرِ صہبا کی شورشیں
جو اک نگاہِ مست سے سرشار کر گیا

فکرِ جوابِ نامہ ہے رہنِ اُمید و بیم
اے اضطراب آ۔ کہ مرا نامہ بر گیا

لازم ہے اس کے بعد تغافل ہونا گوار
میں اس کے التفاتِ گوارا سے ڈر گیا

سالکؔ خدا کریم ہے تجھ میں نہیں خلوص
دل کی تڑپ گئی تو دعا کا اثر گیا

Taj Tahir Foundation

○

آج رگوں میں پھر ہے جوشِ بادۂ جانگداز کا
پھر ہے دل و دماغ میں ولولہ کشفِ راز کا

رخشِ خیال اُڑ چلا سوئے فضائے لامکاں
ہاں مرے اشہبِ قلم وقت ہے ترکتاز کا

دامنِ غم پہ لالہ کار خونِ جگر کا رنگ ہے
قابلِ دید ہے کمال اشکِ چمن طراز کا

نغمہ زنِ ازل تھا کیا شعلہ نوا کہ آج تک
قلب ہے لذّت آشنا چاشنیٔ گداز کا

بزمِ سرور میں بھی ہے نغمہ مرا نوائے غم
کہتے ہو سوز تم جسے پردہ ہے میرے ساز کا

طالبِ عشقِ سرمدی پائے گا اس سے فیض کیا
شیخ تو خود خراب ہے عمکدۂ مجاز کا

سوز میں جانگدازیاں دھر میں سرفرازیاں
ہم نفسو سُنو پیام شعلۂ سرفراز کا

اب تو نیازِ عشق کو جنسِ وفا کی ہے تلاش
کب تک اُٹھاؤں ناز میں حسنِ جفا طراز کا

چشمِ بتِ فرنگ نے ہوش مرے اُڑا دیئے
قبلہ گیا ہوں بھول میں رُخ ہو کدھر نماز کا

بزم کو ناگوار ہے کیفِ شرابِ معنوی
دور ہے انجمن میں پھر بادۂ خانہ ساز کا

شاہدِ گُل کی خامشی وجہِ فسردگی ہوئی
حسن نے پالیا مزا عشق سے احتراز کا

کوہ سے آج کہہ دیا ہنس کے اک آبشار نے
چھوڑ دے اب ہٹکوں کہ ہے دَور حرامِ ناز کا

تیرا خمیر سرکشی میری سرشتِ عاشقی
تجھ کو غرورِ ناز کا مجھ کو شرف نیاز کا

تجھ سے دعا ہے اے خدا سالکِ بے نصیب کی
سرمہ نصیبِ چشم ہو گردِ رہِ حجاز کا

ختم تاریکیٔ حیات ہوئی ساقیا مے پلا کہ رات ہوئی

اور کیا چیز ہے جسے ہے ثبات زندگی ہی جو بے ثبات ہوئی

یہ بھی کیا عاشقی کی برکت تھی زندگی نذرِ حادثات ہوئی

راہِ ہستی میں تھی تلاشِ رفیق بے کسی بڑھ کے میرے سات ہوئی

شیخ! کیا ابر میں بھی مے ہے حرام لے بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی

دے کے ایمان قرض لے اُترا خیر، جھگڑا چکا نجات ہوئی

ناخدا لے چلا ہے ساحل پر یہ تو لے ڈوبنے کی بات ہوئی

اللہ اللہ وسعتیں دل کی دل میں گم ساری کائنات ہوئی

آج کل عاشقی کی بازی بھی غمِ دوراں کی زد سے مات ہوئی

نہ اُٹھی میری آنکھ اُن کے حضور نہ بیاں غم کی واردات ہوئی

پھر کوئی آفت آنے والی ہے ہم پہ پھر چشمِ التفات ہوئی

بے حجاب آج وہ ملے سالک
ختم رسمِ تکلفات ہوئی

○

عالم سیاه مست ز چشم سیاه کیست
دلها اسیر دام فریب نگاه کیست

مهر و مه و نجوم بگردند روز و شب
در حیرتم که بزم جهان جلوه گاه کیست

فریاد پیش داور محشر گناه من
در زیست حال دل نه شنیدن گناه کیست

یک دم برآ ز خلوت ناز و نگاه کن
آفاق تیره از اثر دود آه کیست

اینست خود فسانهٔ طول انتظار
از یاد من برفت که چشمم براه کیست

سالک ز دیں ملاف و به ما بے ریا بگو
ذکر بتان و وظیفهٔ شام و پگاه کیست

Taj Tahir Foundation

○

دمے گزار خدارا قدم بہ خانۂ ما
کہ ہست منتظرِ برق آشیانۂ ما

زشرحِ حالِ دل آں شوخ می شود مسحور
عجب کہ کار فسوں می کند فسانۂ ما

بیار بادہ کہ شد روزگارِ غم سپری
بہ عہدِ توبہ کہن شد مے جوانۂ ما

نوائے شوق چہ گنجد بہ تارِ بربط و چنگ
کہ می چکد ز گدازِ نفسِ ترانۂ ما

بوقتِ قتل فتادیم بر دو پائے نگار
ہمیں وضو و سجود و ہمیں دو گانۂ ما

قدوم خواجہ زمیں را بآسماں برساند
کہ سجدہ گاہِ ملائک شد آستانۂ ما

Taj Tahir Foundation

عشق و عقل

بیا ساقی نگارم را بده یک جامِ صهبائے
که مخمورِی خوش آموزد ادائے لغزشِ پائے

بیا ساقی که بر دستے متاعِ زهد و مستوری
پریشان کاکلے رنگیں ادائے محفل آرائے

ادائے خاص می جویم نگاهِ را نمی خواهم
به طبعم خوش نه آید التفاتِ بے محابائے

ستم بازم هم رنگے نگاهِ عربده جوئے
تغافل لطفِ پنهانے توجّه جور پیدائے

ندانم تا چه خواهد بود انجامِ تمنّایم
تو دانی از تمکین ها - من و جوشِ تقاضائے

شبِ خلوت جهانِ آرزویم محشرستان شد
چنان دیبِ حیا کرد آن نگاهِ عشوه فرمائے

زقیدِ ننگ و نام آزاده شد سالک چه می پرسی
ازان آوازهٔ مستے خرابے باده پیمائے

Taj Tahir Foundation

مینديش اے جواں فرتوت شد آں پیرِ دانائے
کہ رازِ دہر را می گفت لاینحل معمائے

سکونِ یاس عصیان است برخیز و تمنا کن،
کہ رازِ دہر مکنون است در جوشِ تمنّائے

ز طوفانِ جمالت ذرّہ ذرّہ یوسفستان شد
چرا از مصرِ ہستی برنمی خیزد زلیخائے

حقیقت ہستی و آزاد از قیدِ زمان استی
نہ ز زنجیرِ دوشے و امروزے و فردائے

تو خود ہشیار باش و ناشکیبا ساز رندان را
کہ در محفل نمی لغزد ز جوشِ بادہ مینائے

برو دریاب اسرارِ جنونِ دشتِ پیما را
دلِ ہر ذرّہ می دارد فروپیچیدہ صحرائے

کرا جویم کہ بینم در جمالش ہستیِ خود را
چساں یابم الٰہی ہمدمِ آئینہ سیمائے

○

غمِ فراقِ نگاریے کہ داشتم دارم
بہ سینہ داغِ بہاریے کہ داشتم دارم

بآں امید کہ دیگر چناں چناں گذری
نظر براہگذاریے کہ داشتم دارم

چناں نہادِ من از آتشے پُر است کہ بود
ز سوزِ عشق نثاریے کہ داشتم دارم

بلائے الفتِ زلف و تصورِ گیسو
بہ کلبہ ام شبِ تاریے کہ داشتم دارم

من آں نیم کہ گزارم ہوائے منزلِ یار
ہوائے منزلِ یاریے کہ داشتم دارم

گدائے میکدہ ام وز تفقدِ ساقی
بہ بزم بادہ وقاریے کہ داشتم دارم

شدند ہم نفساں وقفِ کاروبارِ خرد
منِ جنوں زدہ کاریے کہ داشتم دارم

بہ فیضِ روحِ امینم ہنوز چامہ سرائے
بہ دامِ فکر شکاریے کہ داشتم دارم

بباد رفت بہارِ دیارِ من سالک
غمِ بہارِ دیاریے کہ داشتم دارم

۵۷ء کے مجاہدینِ آزادی کا ترانہ

اے اپنے ملک قوم کے پیارو بڑھے چلو — یارو بڑھے چلو
ہندوستاں کی آنکھ کے تارو بڑھے چلو — یارو بڑھے چلو
آزادیٔ وطن کا اُفق ہے قریب تر — وہ آگیا نظر
اے چرخِ حریت کے ستارو بڑھے چلو — یارو بڑھے چلو
توحید کا جہاں سے کہیں نام مٹ نہ جائے — اسلام مٹ نہ جائے
اللہ اور رسولؐ کے پیارو بڑھے چلو — یارو بڑھے چلو
چھالے پڑیں کہ خار چبھیں۔ دم نہ مارنا — ہمت نہ ہارنا
اے راہِ حق کے راہ سپارو بڑھے چلو — یارو بڑھے چلو
جاتی رہے نہ دیش کی عزّت و دھرم کی شان — قربان کر دو جان
ماتا پتا کے راج دُلارو بڑھے چلو — یارو بڑھے چلو
ہے خرمنِ جفا کا ہر اک دانہ خوفناک — کر دو جلا کے خاک
اے شعلۂ وفا کے شرارو بڑھے چلو — یارو بڑھے چلو

Taj Tahir Foundation

کب تک قدم رُکیں گے غلامی کی مار سے ذلّت کے بار سے
یہ بوجھ اپنے سر سے اُتارو بڑھے چلو یارو بڑھے چلو

سرتا بپا غبارِ ستم سے اَٹے رہو رن میں ڈٹے رہو
باگیں اُٹھائے شاہسوارو بڑھے چلو یارو بڑھے چلو

قائم رہو جہاد کے میداں میں آن کے سینوں کو تان کے
تیار ہو صفوں کو سنوارو بڑھے چلو یارو بڑھے چلو

گونجے فضا میں نعرۂ اللہ اکبر آج دشمن ہو مضطر آج
تکبیر سے دلوں کو اُبھارو بڑھے چلو یارو بڑھے چلو

سالک فقیرِ خاک نشیں کی ہے یہ صدا سُن لو اسے ذرا
یارو بڑھے چلو مرے پیارو بڑھے چلو یارو بڑھے چلو

نوٹ: یہ ترانہ اصل میں والدِ مرحوم نے تحریکِ عدم تعاون کے دوران میں لکھا تھا۔ جب ۱۹۵۷ء میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی صد سالہ برسی منائی گئی۔ تو اُنھوں نے ترانے میں کچھ تبدیلیاں کر کے اسے ۵۷ء کے مجاہدینِ آزادی کا ترانہ بنا دیا اور اسے ریڈیو پاکستان کے مشاعرے میں پڑھا۔ (خورشید)

Taj Tahir Foundation

خیر مقدم وفدِ فرهنگی

اے حاملانِ دانشِ ایران خوش آمدید — در علم با شما که تواند برابری

ملکِ شما ست رہبرِ سکانِ ارضِ پاک — زایران گرفتہ ایم متاعِ سخن وری

آموختیم فلسفہ و حکمت و غزل — از حافظ و نظامی و سعدی و انوری

فرہنگِ ما کجا و زبان ہائے ہند کو — اردو مذاقِ لطفِ سخن یافت از دری

از پارس گشتہ ایم زرِ کامل العیار — از چرکِ غیر خالی و از غلّ و غش بری

شاہانِ تاں اکابرِ تاں شاعرانِ تاں — بردند دل بہ سروری و ہم بہ دلبری

ایران و پاک از نظرِ الفت و خلوص — ہستند بے مثال تہِ چرخِ چنبری

مائیم قدر دان و خریدارِ یک دگر — مائیم ہر دو گوہر و ہم ہر دو جوہری

ہمواره باد میہنِ تاں خوب و سربلند

زیرِ لوائے ضیغم و خورشیدِ خاوری

مولانا نواب دین رامداسی کے نام

چرا نشگفد غنچۂ خاطرِ ما — ز رامداس آمد "نسیمِ حجازی"
پیامے دہم شیخ نواب دیں را — کہ واندرہ ورسمِ الفت نوازی
تو از جذبِ صادق بہ منزل رسیدی — ہنوزم رہینِ ہماں خاک بازی
مرا سال ہا شد کہ در زیدہ ام من — صحافت نوازی، سیاست طرازی
ادیباں زِ من بہرہ اندوزِ دانش — زعیماں زِ من سائلِ کارسازی
میسر نہ آید دلے دستگیرے — نہ عشقِ حقیقی نہ عشقِ مجازی

بیا ساقی آں مے بہ بزمِ حریفاں — کہ آموزد از دو جہاں بے نیازی
بیندا ز در شیشہ ام آتشِ تر
کہ خاصیتش ہست مینا گدازی

نوٹ :- جناب نسیم حجازی (ایڈیٹر "کوہستان") والد سے ملے۔ تو مولانا نواب دین رامداسی کی یاد تازہ ہو گئی۔ اور انھوں نے یہ منظوم مکتوب لکھا۔

Taj Iqbal Foundation

○

چراغِ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے

جئیں گے جو وہ دیکھیں گے بہاریں زلفِ جاناں کی
سنوارے جائیں گے گیسوئے دوراں ہم نہیں ہوں گے

جو انوار بھارے ہاتھ میں تقدیرِ عالم ہے
تھیں ہوں گے فروغِ بزمِ امکاں ہم نہیں ہوں گے

ہمارے ڈوبنے کے بعد ابھریں گے نئے تارے
جبینِ دہر پہ چھٹکے گی افشاں ہم نہیں ہوں گے

نہ تھا اپنی ہی قسمت میں طلوعِ مہر کا جلوہ
سحر ہو جائے گی شامِ غریباں ہم نہیں ہوں گے

اگر ماضی منور تھا کبھی تو ہم نہ تھے حاضر
جو مستقبل کبھی ہوگا درخشاں ہم نہیں ہوں گے

ہمارے دور میں ڈالیں خرد نے الجھنیں لاکھوں
جنوں کی مشکلیں جب ہونگی آساں ہم نہیں ہوں گے

کہیں ہم کو دکھا دو اک کرن ہی مسکراتی سی
کہ جس دن جگمگائے گا شبستاں ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ہی خونِ شہیداں رنگ لائے گا
یہی سرخی بنے گی زیبِ عنواں ہم نہیں ہوں گے

مزارِ غالب پر

(ایک نامکمل نظم)

تیرے مرقد پر سخن کو ارمغاں لایا ہوں میں
دیکھ شوخیِ گُل کو سوئے بوستاں لایا ہوں میں

تربتِ اقبالؔ سے اک حرفِ بے صوت و صدا
بہرِ خاکِ غالبِ معجز بیاں لایا ہوں میں

دیکھ تیری خوابگہ کے شامیانے کے لیے
دُور افتادوں کی آہوں کا دھواں لایا ہوں میں

..... اے غبارِ کاروانِ رفتگاں!
تجھ تک آوازِ درائے کارواں لایا ہوں میں

سوزِ دوری اور داغِ نارسائی کی متاع
نذرِ پیشِ شاعرِ ہندوستاں لایا ہوں میں

دورِ حاضر میں کہاں مجھ کو مجالِ دم زدن
کیا بتاؤں دل میں کیا دردِ نہاں لایا ہوں میں

Taj Tahir Foundation

رباعی

ہرآں چہ دید نگہ از زباں بیاں نشود
زباں نگاہ نہ گردد نگہ زباں نشود
منم نہ در پئے دنیا نہ طالبِ عقبیٰ
اسیرِ عشق گرفتارِ این و آں نشود

متفرّق اشعار

دل کو آرام شبِ ہجر میں اک آن نہیں
کسی صورت کسی کروٹ کسی عنوان نہیں

جنوں انگیز و سودا خیز گیسو گھونگریالے ہیں
گھنے ہیں نرم ہیں لمبے ہیں چمکیلے ہیں کالے ہیں

Taj Tahir Foundation

تب و تابِ جاوداں

صدیوں تک اک آفت میں گرفتار رہے ہم
مرہونِ جفا کوشیٔ اغیار رہے ہم

لیکن ہُوا جب بھی حق و باطل کا تصادم
کردار و سرافراز و نمودار رہے ہم

ہر چند رہا بحرِ حوادث متلاطم
افشردہ قدم صورتِ کہسار رہے ہم

گو دیس میں چھایا تھا گھٹا ٹوپ اندھیرا
پیشانیٔ ملّت پہ ضیا بار رہے ہم

بیشک رہی زنجیرِ قدم گردشِ افلاک
تاریخ سے ثابت ہے کہ تیار رہے ہم

محکوم تھے زندانیٔ آلام تھے لیکن
جاندادۂ ہنگامۂ احرار رہے ہم

جو قافلۂ شوق ہُوا راہیٔ منزل
اس قافلۂ شوق کے سالار رہے ہم

اک عمر اسیری کے حقائق میں رہے غرق
اسرار شناسِ رسن و دار رہے ہم

پیدا ہُوا ہم ہی میں ہے اقبال سا خوش فکر
شیدائیٔ رعنائیٔ افکار رہے ہم

خدمت کا صلہ کچھ بھی نہ خدمت کے سوا تھا
ہر معرکۂ حق میں رضاکار رہے ہم

ممدوحِ زمانہ ہُوا ایثار ہمارا
محسودِ حریفاں ہُوا کردار ہمارا

Taj Tabir Foundation

دریائے غلامی سے جونہی پار ہوئے ہم
معلوم ہُوا خواب سے بیدار ہوئے ہم

اُس خواب میں اونچی تھیں روایات کی قدریں
اس ہوش میں بیگانۂ اقدار ہوئے ہم

اغیار واجانب ہوئے معدوم تو ناچار
خود اپنوں ہی سے برسرِ پیکار ہوئے ہم

جن غازیوں کے درپئے آزار تھا انگریز
اُن غازیوں کے درپئے آزار ہوئے ہم

اقبال کی تعلیمِ خودی کا ہے یہ حاصل
خود سر ہوئے مستِ مئے پندار ہوئے ہم

اک شب نے بھی ہم کو تہی آغوش نہ پایا
سو دارِ وہ گیسو و رخسار ہوئے ہم

بھولے سے نہ پھر خانۂ کعبہ کا کیا رُخ
وہ شیفتۂ خانۂ خمّار ہوئے ہم

دنیا نے کہا ہو گئے اسلام سے بیزار
ملّا سے کچھ اس رنگ میں بیزار ہوئے ہم

جب قوم کا شیوہ ہُوا گفتار کا اسراف
بیگانۂ سرمایۂ کردار ہوئے ہم

باقی کسی طبقے میں رہا دین نہ اخلاق
آفاق میں رسوا سرِ بازار ہوئے ہم

پھر اس پہ یہ دعوےٰ ہے مسلماں ہیں تو ہم ہیں
آیاتِ الٰہی کے نگہباں ہیں تو ہم ہیں

(چٹان)

Tariq Tahir Foundation

شبگیرِ شہید

واعظِ شہر! چہ ترسانیم از خوفِ وعید — کہ منم عاشق و عارفتِ شبگیرِ شہید

آں شہیدے کہ جہانِ دگراں پاک بسوخت — آں شہیدے کہ جہانِ دگرے را کاوید

پشت پازد بہ وجودے کہ نیرزد بہ جوے — مُرد و پروازِ حیاتِ ابدی را ورزید

اے بدا لمحہ کہ بر ریگِ رواں غلطاں بود — اے خوشا لمحہ کہ در خلوتِ فردوس خزید

قطرۂ شبنمِ شاداب ز بستانِ رسولؐ — کہ دمے بر گلِ اسلام درخشید و چکید

دامنِ عشق جوانانہ گرفت و نگزاشت — مصلحت دید و تقاضائے خرد دید و ندید

لذتِ اندوزیِ آسانیِ منزل بفروخت — پائے پُرآبلہ و وادیِ پُرخار خرید

مئے عرفاں بہ جوانانِ خدا کار آورد — لائے ایں بادہ بہ پیرانِ سحرخواں نخشید

انقلابے بہ دلِ اہلِ جہاں برپا کرد — کس نہ دید آں روشِ دہر کہ چشمش ندوید

باغبانِ چمنِ دہر ہمیشہ دارد — شاخسارے کہ ازاں ایں گلِ نوبادہ دمید

سالکِ دل زدہ مداحِ حسینؑ است ولے
از مئے حُسنِ عمل آہ! کہ جامے نکشید

(کراچی)

Taj Tahir Foundation

گھنے سائے

یہ اک کرن نے پسِ پردۂ سحاب کہا
"سحر قریب ہے، دل سے کہو نہ گھبرائے"

ستارہ شام کا جل بجھ گیا تو کیا غم ہے
فلک پہ اور ستارے کئی نکل آئے

پیامِ مرگ ہے تاروں کو پرتوِ خورشید
یہ نکتۂ ابدی کون ان کو سمجھائے

شفق ہو یا مہ و انجم ہو یا ہو کاہکشاں
مجال کس کی ہے سورج کے سامنے آئے

سحر نے دامنِ مشرق کو لالہ زار کیا
شفق کے سُرخ پھریرے اُفق پہ لہرائے

جبھی عیاں نظر آئے گا جلوۂ رخسار
ہٹے جو گیسوئے شب رنگ کے گھنے سائے

یہ آستانۂ پیرِ مغاں سے حکم ہوا
جمالِ ساقیٔ گُل چہرہ جلوہ فرمائے

کیا ہے خود ہی خرد نے جنہیں رہائی کا
کہو جنوں سے کہ زنجیر در نہ کھڑکائے

(کراچی)

Taj Tahir Foundation

○

غم کے ہاتھوں مرے دل پر جو سماں گزرا ہے
حادثہ ایسا زمانے میں کہاں گزرا ہے

زندگی کا ہے خلاصہ وہی اک لمحۂ شوق
جو تری یاد میں اے جانِ جہاں گزرا ہے

حالِ دل غم سے یہ ہے جیسے کسی صحرا میں
ابھی اک قافلۂ نوحہ گراں گزرا ہے

بزمِ دوشیں کو کرو یاد کہ اس کا ہر رند
رونقِ بارگہِ پیرِ مغاں گزرا ہے

پا بگل جو تھے وہ آزاد نظر آتے ہیں
شاید اس راہ سے وہ سروِ رواں گزرا ہے

اے اجل جلد کرم کر کہ تری فرقت میں
مجھ پہ جو لمحہ بھی گزراں ہے گراں گزرا ہے

نگرانیِ دل و دیدہ ہوئی ہے دشوار
کوئی جب سے مری جانب نگراں گزرا ہے

حالِ دل سن کے وہ آزردہ ہیں شاید ان کو
اس حکایت پہ شکایت کا گماں گزرا ہے

وہ گل افشانیِ گفتار کا پیکر سالک
آج کوچے سے ترے اشک فشاں گزرا ہے

Tahir Foundation

خروشِ بزمِ شرابِ مغانہ یاد کرو
کرشمہ ہائے نگارِ شبانہ یاد کرو

رقیب کی متجسس نظر سے پوشیدہ
وہ یار کی نگہِ محرمانہ یاد کرو

کسی کے ولولۂ عاشقی کا چھیڑ وذکر
کسی کا طنطنۂ دلبرانہ یاد کرو

وہ جس پہ جھک گئی ہر سرفراز کی گردن
وہ پیرِ میکدہ کا آستانہ یاد کرو

حکایتِ غمِ دوراں سے گر ملے فرصت
تو یادِ یار کا رنگیں فسانہ یاد کرو

خزاں کا دور ہے اب اے مہاجرینِ بہار
ہجومِ لالہ وگل کا زمانہ یاد کرو

قفس میں کلفتِ دوری کا ہے علاج یہی
کہ قصۂ چمن وآشیانہ یاد کرو

مغنیو! وہ سرودِ سخن کے خواہاں ہیں
کوئی مری غزلِ عاشقانہ یاد کرو

بجا کہ سالکِ خود دار ملتجی نہ ہوا
کبھی تو تم بھی اُسے مخلصانہ یاد کرو

Taj Tabir Foundation

○

سرود، سوزِ نوا کے سوا کچھ اور نہیں — جمال، حسنِ ادا کے سوا کچھ اور نہیں
خزاں کے آنے سے پہلے ہی تھا ہمیں معلوم — بہار، موجِ ہوا کے سوا کچھ اور نہیں
فریبِ عذرِ حیا اب نہ دو خدا کے لیے — یہ اجتنابِ جفا کے سوا کچھ اور نہیں
نمودِ فصلِ بہار اور سرابِ لالہ و گل — طلسمِ ہوش ربا کے سوا کچھ اور نہیں
یہ ذکرِ جادہ و منزل یہ شورِ بانگِ رحیل — فریبِ راہنما کے سوا کچھ اور نہیں
ہمارے دور کی رنجوریٔ خرد کا علاج — جنونِ ولولہ زا کے سوا کچھ اور نہیں
الٰہی جاؤں کہاں میں کہ کارواں کا سراغ — فضا میں بانگِ درا کے سوا کچھ اور نہیں
میں اس زمانے کے قابل نہیں کہ میرے پاس — متاعِ صدق و صفا کے سوا کچھ اور نہیں
یہ تجربے نے بتایا مجھے کہ مہر و وفا — تخیلِ شعراء کے سوا کچھ اور نہیں
وہاں کمالِ زباں آوری کی وقعت ہے — یہاں تو جنسِ وفا کے سوا کچھ اور نہیں

کھلا یہ شیوۂ ابنائے دہر سے سالک
حیات حرص و ہوا کے سوا کچھ اور نہیں

Taj Tahir Foundation

○

زلفوں کی گھٹائیں چھا رہی ہیں
کیا ٹھنڈی ہوائیں آ رہی ہیں

خاموش زباں ہے لیکن آنکھیں
افسانۂ دل سُنا رہی ہیں

یہ کیسی سحر ہے جس میں کلیاں
محرومِ دمِ صبا رہی ہیں

پروانے تو آج بھی ہیں لاکھوں
شمعیں کیوں جھلملا رہی ہیں

ملتی ہی نہیں ہیں، جو نگاہیں
صدیوں بہم آشنا رہی ہیں

اب کیوں ہیں خموش وہ زبانیں
برسوں جو سخن سرا رہی ہیں

اے راہ رو و سفر کی گھڑیاں
منزل کا پتہ بتا رہی ہیں

جو دل کے قریں تھیں آرزوئیں
اب دُور سے مسکرا رہی ہیں

فردوسِ حیات تھیں جو سالک
وہ صحبتیں یاد آ رہی ہیں

ساقی پلا کہ بادہ گساروں کا دور ہے
مطرب غزل سنا کہ بہاروں کا دور ہے

شاہی کے لاڈلوں کا زمانہ گزر گیا
جمہوریت کے راج دلاروں کا دور ہے

ساقی حضورِ پیرِ مغاں میرے ساتھ چل
اب تو سفارشوں کا سہاروں کا دور ہے

اب قاتلوں کے نقشِ قدم ہیں فقط یہی
پھولوں کا فاتحوں کا مزاروں کا دور ہے

جو آتشیں انار تھے وہ چھُٹ چکے اور آج
مہتابیوں کے ٹھنڈے شراروں کا دور ہے

وہ دن گئے کہ عشق رواں تھا پیادہ پا
اب اشہبِ ہوس کے طراروں کا دور ہے

دیکھو جسے وہ ٹوٹ کے گرتا ہے جنس پر
بزمِ ادب میں کال کے ماروں کا دور ہے

رخصت ہوئے وہ آبلہ پایانِ عاشقی
اس دشت میں بھی شاہ سواروں کا دور ہے

برباد ہو گئیں غمِ الفت کی بستیاں
ملکِ خفا میں اُجڑے دیاروں کا دور ہے

اے دستِ شوق بندِ قبا بڑھ کے کھول دے
آہوں کا دور ہے نہ اشاروں کا دور ہے

"گر یار نے پلائیں تو پھر کیوں نہ پیجئے"
سالک اُٹھا بھی جام کہ یاروں کا دور ہے

(مشاعرۂ اوّل پور میں پڑھی گئی) (نکدان)

Taj Farid Foundation

○

جو مشتِ خاک ہو اس خاکداں کی بات کرو
زمیں پہ رہ کے نہ تم آسماں کی بات کرو

نہ محتسب کی نہ خور و جناں کی بات کرو — مئے کہن کی نگارِ جواں کی بات کرو
کسی کی تابشِ رخسار کا کہو قصہ — کسی کے گیسوئے عنبر فشاں کی بات کرو
ضیا ہے شاہد و شمع و شراب سے جس کی — فروغِ محفلِ روحانیاں کی بات کرو
جو مدعا ہو کسی قبلۂ مراد کا ذکر — تو آستانۂ پیرِ مغاں کی بات کرو
نہیں ہوا جو طلوعِ آفتاب تو فی الحال — قمر کا ذکر کرو کہکشاں کی بات کرو
رہے گا مشغلۂ یادِ رفتگاں کب تک — گزر رہا ہے جو اس کارواں کی بات کرو
یہ قید و صید کے اندیشہ ہائے بے جا کیا — چمن کی فکر کرو آشیاں کی بات کرو
یہی جہان ہے ہنگامہ زارِ سود و زیاں — یہیں کے سود یہیں کے زیاں کی بات کرو
اب اس چمن میں نہ صیاد ہے نہ ہے گلچیں — کرو تو اب ستمِ باغباں کی بات کرو

خدا کے ذکر کا موقع نہیں یہاں سالک
دیارِ ہند میں حسنِ بتاں کی بات کرو

(مشاعرۂ دہلی میں پڑھی گئی) (کراچی)

Taj Tajir Foundation

سلام

فصحا جس سے ہوں مرعوب کلام ایسا ہو
لوگ تسلیم کریں جھک کے سلام ایسا ہو

لاشہ ہائے شہدا پر ہے نمازِ شبیرؑ
مقتدی ہوں اگر ایسے تو امام ایسا ہو

حشر تک اوج پہ ہے نامِ خدا نامِ حسینؑ
رفعتِ ذکر ہو ایسی تو دوام ایسا ہو

عشق جس شان سے مغلوب ہو شان ایسی ہو
حسن جس نام سے محبوبؔ ہو نام ایسا ہو

دیکھ کر شہ کو کھڑے رن میں۔ ملائک نے کہا
اے نمازی! ترے قربان قیام ایسا ہو

نشۂ عشق سے سرشار ہوا قلبِ حسینؑ
بادہ ایسا ہو تو اس کے لیے جام ایسا ہو

مدحِ شبیرؑ سے سالکؔ ہوا فخرِ دوراں
ایسا آقا ہو تو پھر کیوں نہ غلام ایسا ہو

(کراچی)

Taj Tahir Foundation

○

ہم نفسو اُجڑ گئیں مہر و وفا کی بستیاں
پوچھ رہے ہیں اہلِ دل مہر و وفا کو کیا ہوا

عشق ہے بے گداز کیوں حُسن ہے بے نیاز کیوں
میری وفا کہاں گئی اُن کی جفا کو کیا ہوا

یہ تو بجا کہ اب وہ کیف جامِ شراب میں نہیں
ساقیٔ مے کے غمزۂ ہوش ربا کو کیا ہوا

اب نہیں جنّتِ مشام کوچۂ یار کی شمیم
نکہتِ زلف کیا ہوئی بادِ صبا کو کیا ہوا

تھم گیا دورۂ حیات رُک گئی نبضِ کائنات
عشق و جنوں کی گرمیٔ ہمہمہ زا کو کیا ہوا

دشتِ جنوں میں ہو گئی منزلِ یار بے سراغ
قافلہ کس طرف گیا بانگِ درا کو کیا ہوا

نالۂ شب ہے نارسا آہِ سحر ہے بے اثر
میرا خدا کہاں گیا میرے خدا کو کیا ہوا

Taj Tahir Foundation

پیام

نہ باختر کے لیے ہے نہ خاوراں کے لیے
مرا پیام ہے ہر شاعرِ جواں کے لیے

اُٹی ہے گردِ حوادث سے شاہراہِ حیات
ہزار آبلہ پا اس پہ ہیں رواں اے دوست

ترے دماغ پہ اب تک مگر ہیں جلوہ فگن
تصوراتِ گزرگاہِ کہکشاں اے دوست

بشر ہے مسکنتِ تیرہ خاکداں کے لیے
نہ دوشِ ماہ نہ آغوشِ کہکشاں کے لیے

بجا کہ راحتِ جاں ہے جمالِ نسوانی
بجا کہ لذتِ دل ہے حدیثِ نازِ اے دوست

ادائے حُسن ہے مرغوب ایک جہاں کے لیے
جمالِ زیست ہے آرائشِ جہاں کے لیے

یہ مانتا ہوں کہ ہیں آب و رنگ رقص و سرود
شباب کے لیے فردوسِ چشم و گوش اے دوست

وظیفہ ان کا ہے کیا؟ ارتقائے ذوقِ حیات
نہ یہ کہ چھین کے چل دیں متاعِ ہوش اے دوست

کمالِ فن ہے خوش آموزیٔ جہاں کے لیے
نہ یہ کہ عشرتِ شب ہائے دوستاں کے لیے

Taj Tahir Foundation

خرد ہیں مبتلا ہے سالکِ دیوانہ برسوں سے
نہیں آیا وہ مے خانے میں بے باکانہ برسوں سے

میسّر جس سے آجاتی تھی ساقی کی قدم بوسی
مقدّر میں نہیں وہ لغزشِ مستانہ برسوں سے

بیادِ چشمِ یار اک نعرۂ مستانہ اے ساقی
کہ ہا و ہو سے خالی ہے ترا مے خانہ برسوں سے

تجھے کچھ عشق و اُلفت کے سوا بھی یاد ہے اے دل
سنائے جا رہا ہے ایک ہی افسانہ برسوں سے

کسی کو تو مشرّف کر دے اے ذوقِ جبیں سائی
تقاضا کر رہے ہیں کعبہ و بُت خانہ برسوں سے

نئی شمعیں جلاؤ عاشقی کی انجمن والو
کہ سُونا ہے شبستانِ دلِ پروانہ برسوں سے

کوئی جوہر شناس آئے تو جانے قدر سالک کی
پڑا ہے خاک پر یہ گوہرِ یکدانہ برسوں سے

○

سحر ہوئی مگر اعضا میں دم نہیں ساقی
کچھ اہتمامِ شکستِ خمار ہے کہ نہیں

نہال سبز ہوئے، سبز ہو کے سرخ ہوئے
کہو یہ معجزۂ نوبہار ہے کہ نہیں

سناؤ قصۂ تاراجیٔ چمن یارو
وہ آشیاں تو گیا شاخسار ہے کہ نہیں

نہ مجھ پہ سحرِ نوا آزما، مجھے یہ بتا
کہ تیرے سینے میں دل بے قرار ہے کہ نہیں

خدا سے پیار تو ہے بے نتیجہ اے واعظ
تو یہ بتا تجھے بندوں سے پیار ہے کہ نہیں

وطن میں کون ہے سالک کی جو خبر لائے
کہ زندہ بھی وہ غریب الدیار ہے کہ نہیں

Taj Tahir Foundation

ساقیٔ ماہ وش اُٹھا گردشِ جام ہو چکی
چاند غروب ہو گیا رونقِ بام ہو چکی

قید میں طے ہوئے تمام سود و زیاں کے مرحلے
ہم قفسو کشاکشِ دانہ و دام ہو چکی

غلبۂ دیں ہجومِ غم کوئی کرے تو کیا کرے
شے جو تھی مایۂ نشاط وہ بھی حرام ہو چکی

مہرِ منیر کیا ہوا نورِ سحر کہاں گیا
یہ تو بجا کہ پچھلی رات تمام ہو چکی

میری وفا کا ماجرا ہو گیا پردہ در ترا
تیری جفا کی داستاں خلق میں عام ہو چکی

سالکِ غافل اب تو جاگ بجھ گئی آرزو کی آگ
زیست کا دن گزر گیا، عمر کی شام ہو چکی

○

عشق خاموش ہوا شورِ ہوس باقی ہے

قافلہ چل دیا آوازِ جرس باقی ہے

یہ کوئی شے نہیں لفظوں سے جو اُٹھتا ہے دھواں

بجھ گیا شعلۂ دل سوزِ نفس باقی ہے

جس چمن میں تھی کبھی زمزمہ پیرا بلبل

اب وہاں ہمہمۂ مور و مگس باقی ہے

یہ بھی ٹوٹا تو بکھر جائے گا دانہ دانہ

رشتے سب ٹوٹ گئے تارِ نفس باقی ہے

ہو گیا باغ سے صیاد تو رخصت لیکن

اب بھی وہ سلسلۂ دام و قفس باقی ہے

خانہ برباد کریں کارِ نشیمن بندی

ابھی گلشن میں فراوانیٔ خس باقی ہے

جب سے اپنا لیا سالک غمِ دوراں نے تجھے

تیرے شعروں میں گھلاوٹ ہے نہ رس باقی ہے

Taj Tamir Foundation

○

فردائے قیامت تک جینا حصّہ ہے اُسی فرزانے کا
جس نے کہ سلیقہ سیکھ لیا جینے کے لیے مرجانے کا

سنتے ہیں جنابِ شیخ حرم ہیں سربسجود حضورِ صنم
مژدہ ہو کہ فرق اب مٹ جائے گا کعبے اور بتخانے کا

گھنگھور گھٹائیں چھانے لگیں اور ٹھنڈی ہوائیں آنے لگیں
اے پیرِ مغاں اب بہرِ خدا در کھول بھی دے میخانے کا

اُس لب کی رنگینی دیکھو اُس مست نگہ کی بات کرو
مے خوارد قصّہ لے بیٹھے کیا شیشے اور پیمانے کا

ہے اس میں بے سامانی بھی۔ سنسانی بھی ویرانی بھی
دیکھو تو ذرا اک دن آکر سامان مرے کاشانے کا

شب جس نے بسر کی جل بجھ کر اس سوختہ جاں پہ کیا گزری
خاموش ہے کیوں اے شمعِ سحر۔ کچھ حال تو کہہ پروانے کا

بیگانے وطن کو چھوڑ گئے۔ اور اپنے ہو گئے بیگانے
اس دور میں مطلب ہی اُلٹا ہے اپنے اور بیگانے کا

نعرے بھی لگائے رندوں نے۔ نالے بھی کیے ہم نے لیکن
بڑھتا ہی گیا ہے سناٹا اس دُنیا کے ویرانے کا

تاریکیٔ دوراں اور بڑھی اندھیر مچا نگری نگری
ایسے میں کروں کیا نظارہ اُن زلفوں کے لہرانے کا

حکمت کے معارف ہار گئے۔ سالک کے شعر کی جیت ہوئی
سو باتیں دانشمندوں کی۔ اور اک نعرہ دیوانے کا

Taj Tahir Foundation

شود آن که باز بینم سرِ رهگزارم اُورا
دل و جان دردمندم سرِ رهگزارم اُورا

همه عمر رنج بُردم زجفائے برق و باراں
بامیدِ آں که روزے به نشیمن آرم اُورا

به حدے فزود رشکم که رواند اشتم من
که بوقتِ جاں سپردن به خدا سپارم اُورا

چو به محفلِ رقیباں سخنے رود زسالک
چه شود اگر تو گوئی که عزیز دارم اُورا

Taj Tahir Foundation

○

مرے دل میں ہے کہ پوچھوں کبھی مرشدِ مغاں سے
کہ ملا جمالِ ساقی کو یہ طنطنہ کہاں سے

وہ یہ کہہ رہے ہیں ہم کو ترے حال کی خبر کیا
تو اُٹھا سکا نگاہیں نہ بتا سکا زباں سے

جو اُنھیں وفا کی سُوجھی تو نہ زیست نے وفا کی
ابھی آ کے وہ نہ بیٹھے کہ ہم اُٹھ گئے جہاں سے

میں عدم کے لالہ زاروں میں نواگرِ ازل تھا
مجھے کھینچ لائی ظالم تری آرزو کہاں سے

مری سرنوشت میں تھا وہی داغِ نامرادی
جو ملا مری جبیں کو ترے سنگِ آستاں سے

Taj Tahir Foundation

نہ بجلیوں کی زد سے وہی طائرانِ دانا
جو کڑک چمک سے پہلے نکل آئے آشیاں سے

یہ ہے ماجرائے وحشت کہ ملا سراغِ محمل
نہ غبارِ کارواں سے، نہ درائے کارواں سے

نہیں کچھ سمجھ میں آتا یہ عجیب ماجرا ہے
کہ زمیں کے رہنے والوں کو ہدایت آسماں سے

شبِ غم جو آئی سالک مٹے باطنی اندھیرے
مرا دل ہوا منوّر تب و تابِ جاوداں سے

Taj Tahir Foundation

رُباعیات

تھا دورِ شباب اتفاقی ساقی
وہ ولولے اب کہاں ہیں باقی ساقی
اک نغمۂ دل نواز مطرب مطرب!
اک جرعۂ جاں فروز ساقی ساقی

○

آمِل کے محبت کو نباہیں ساقی
پُرنور ہوں زندگی کی راہیں ساقی
جانسوز و جہاں فروز ہیں یہ دونوں
میری آہیں تری نگاہیں ساقی

○

مایوس غمِ ہجر کے مارے ساقی
جیتے ہیں فقط تیرے سہارے ساقی
وہ چھُپ گیا چاند دل پہ چھائی ظلمات
حل کر دے شراب میں ستارے ساقی

○

بے حد ہے مری گناہگاری ساقی
بے حد ہے مگر رحمتِ باری ساقی
یہ دونوں نبٹ لیں گی بہم۔ فکر نہ کر
رکھ دورِ شرابِ ناب جاری ساقی

Taj Tahir Foundation

○

مری مراد پہ دورِ زماں نہیں نہ سہی
مری زمیں پہ فلک مہرباں نہیں نہ سہی
میں اپنے دل سے کہوں گا فسانۂ غمِ دل
جہاں میں کوئی مرا رازداں نہیں نہ سہی
زمانِ نو میں غنیمت ہیں ساقیانِ فرنگ
وہ آستانۂ پیرِ مغاں نہیں نہ سہی
یہ میری خاک کو پہنچا ہی دے گا منزل تک
غبارِ راہ تو ہے کارواں نہیں نہ سہی
نہ جانے برق کو گرنے میں کیا تامّل ہے
کہ شاخسار تو ہے آشیاں نہیں نہ سہی
حیاتِ نوعِ بشر کو دوام ہے سالک
حیاتِ فردِ بشر جاوداں نہیں نہ سہی

Taj Tahir Foundation

○

پلا وہ بادہ کہ سرخوش زمانہ ہو جائے
کشاکشِ غمِ ہستی فسانہ ہو جائے

قبولِ پیرِ مغاں مطمحِ نظر ہے یہی
جہاں خرابِ شرابِ مغانہ ہو جائے

بس اب تباہیٔ زنداں پہ منحصر ہے قرار
قفس کو آگ لگے آشیانہ ہو جائے

خدنگِ ناز کی لذت بتاؤں کیا واعظ
خدا کرے کہیں تو بھی نشانہ ہو جائے

ملائکہ کو ہے آدم کے ارتقا سے یہ خوف
کہ رفتہ رفتہ یہ بندہ خدا نہ ہو جائے

اسی لیے کیے جاتے ہیں پا بگل آزاد
مزاجِ سرو و سمن آشنا نہ ہو جائے

نہ آئیں وہ تو قضا ہی کرم کرے سالک
غمِ فراق اجل کا بہانہ ہو جائے

Taj Tamil Foundation

○

نہ تھی اُمید نہ وعدے پہ اعتبار کیا
غضب ہے پھر بھی ترا ہم نے انتظار کیا

اُٹھا دے اب تو نقاب اے عروسِ آزادی
ہزار سال ترا ہم نے انتظار کیا

شفق نے پھول بکھیرے خزاں کی وادی میں
سحر نے دامنِ مشرق کو لالہ زار کیا

وداعِ عشق ہے اب رخصت اے غمِ جاناں
کہ پھر مجھے غمِ دوراں نے بے قرار کیا

خرد نے سایۂ میں جس کے پناہ لی صدیوں
جنوں نے آج اُسی دامن کو تار تار کیا

چھپا رکھا تھا جسے محتسب نے پردوں میں
وہ راز بزم میں رندوں نے آشکار کیا

دماغ تو کسی قیمت پہ دے نہ سکتے تھے
متاعِ دل ہی کو نذرِ جمالِ یار کیا

نمو سے خار بھی ہیں سرخ، حیف ہے ان پر
جنھوں نے پھر بھی نہ اندازۂ بہار کیا

نظر میں پھر گئی سالک جہانِ نو کی نمود
غمِ زمانہ نے جب مجھ کو اشکبار کیا

شاعری کا آغاز

("سرگزشت" سے)

۱۹۰۸ء میں، کہ میری عمر بمشکل چودہ سال کی ہوگی۔ شعر کہنا شروع کیا۔ اور پٹھانکوٹ اور بٹالہ کے مشاعروں میں غزلیں پڑھیں۔ میرے تایا کے لڑکے برادرم عبداللطیف مشتاق بھی شعر کہتے تھے۔ وہ اکبر میرٹھی سے اصلاح لیا کرتے تھے اور اِس سے مطمئن نہ تھے۔ میں نے مولانا حالی کی خدمت میں تلمذ کے لیے لکھا۔ آپ نے اپنی ضعیفی کا عذر پیش کرکے ڈاکٹر اقبال کا نام تجویز کیا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو ایک خط لکھا۔ جس میں تلمذ کے لیے درخواست کی اور ایک غزل بطورِ نمونہ بھیجی۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے خط لکھا کہ "آپ کے اشعار اچھے ہیں۔ اگر شوق قائم رہا۔ تو آپ بہت اچھے شاعر ہوں گے۔ یاد رکھیے طبیعت انسان کو آسمان سے ملتی ہے اور زبان زمین سے۔ اگر آپ کی طبیعت شاعرانہ ہے تو آپ خود بخود شعر گوئی پر مجبور ہوں گے۔ باقی رہی زبان۔ تو اس میں مَیں موزوں اُستاد نہیں ہو سکتا۔ مثل مشہور ہے کہ شاعری ایک بے پیرا فن ہے۔ لوگ اس مثل کو شاعری کی تحقیر میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس میں بہت بڑی حقیقت ہے، اور اگر آپ شاگردی پر مُصر ہی ہوں۔ تو منشی حیات بخش رسا رام پوری یا سید محمد احسن مارہروی میں سے کسی سے رجوع کیجیے۔ یہ دونوں مرزا داغ کے شاگردوں میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مفید الشعراء رسالہ تذکیر و تانیث (جلال) اور ایک آدھ عروض کی کتاب پڑھ لیجیے۔

اس کے بعد میں نے رسا صاحب کو خط لکھا۔ اور جواب باصواب آنے پر ان کو غزلیں

بغرضِ اصلاح بھیجیں۔ زبان اور فن کے متعلق ضروری باتیں تو کتابوں میں بھی مل سکتی ہیں لیکن اپنے کلام پر کسی کامل الفن کی اصلاح سے جو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ میرے نزدیک کتابوں سے نہیں پہنچ سکتا۔ میں نے صرف ڈیڑھ سال رسا صاحب سے اصلاح لی۔ اس کے بعد انھوں نے لکھ دیا کہ "اب اصلاح کی ضرورت نہیں اور آپ جن اصناف میں فکرِ سخن کر رہے ہیں۔ ان میں اصلاح دینا میرا منصب بھی نہیں۔ میں تو صرف غزل کی حد تک جا سکتا تھا۔" ۱۹۱۲ء کے آغاز میں رسا صاحب کا انتقال ہو گیا۔

برادرم مشتاق بھی رسا صاحب ہی سے اصلاح لینے لگے تھے۔ مولانا تاجور نجیب آبادی، جگر مراد آبادی اور متعدد دوسرے شعرا بھی رسا ہی سے اصلاح لیتے رہے۔ میں نے پہلے بہت سی غزلیں لکھیں۔ زیادہ تر اردو میں اور گاہے گاہے فارسی میں اس کے بعد نظموں کا آغاز ہوا اور بعض مقامی اور ضلعی انجمنوں کے جلسوں میں قومی نظمیں پڑھتا بھی رہا۔

("سرگزشت"۔ صفحات ۲۱-۲۳)

Taj Tamir Foundation

Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No. 144
Date:.....
Call No. .....
(Donated by .....)

راہ ورسمِ منزلہا

بیدلؔ مرحوم کا دیباچہ

نہ چھیڑ بادِ بہاری خزاں رسیدوں کو
کہ یادِ گل بھی قفس میں ہے دشتِ خار مجھے

کسی دوست کی روشناسی اپنی ہی خودستائی کا ایک شعبہ ہے۔ ابو رشید عبدالمجید خاں صاحب سالکؔ میرے اُن دوستوں میں سے ہیں۔ جن کی یاد میرے دل کی انتہائی خوشی ہے۔ اس لیے ممکن ہے۔ یہ دیباچہ بھی خود میرے ہی مسحورِ محبت جذبات کا آئینہ ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قدرت جوہر شناس ہے۔ وہ اسی دل و دماغ کو اپنی برکت اور راحت کا نشیمن بناتی ہے جس میں ودیعت کے حصول و قبول کی اہلیت مخلوق ہوتی ہے۔ سالکؔ صاحب کی شمعِ حیات اگر اپنی فطرت میں دنیائے ادب کی بزم افروزیوں کا مادہ پنہاں نہ رکھتی۔ تو ان کی یہ شعلہ صورت سخن سنجیاں ان خوارقِ ادب کی ہم زباں نہ ہوتیں۔ جو آج عام اربابِ فن کی حدِ اعتراف اور ہر ذوقِ سلیم کی معراجِ تحسین و تسلیم ہیں۔

سالکؔ صاحب محض موزوں ناظم نہیں ہیں۔ فلسفہ و ادب کے صحیح ذوق شناس بھی ہیں۔ اُن کا کلام نشۂ تغزّل سے ہمہ تن مخمور اور درد سے لبریز ہے۔ اُن کے اشعار میں کیف و سرور کی خوش خرام لہروں اور سوز و گداز کے ہلکے ہلکے بادلوں کے ساتھ نشاط و اُمید کی وہ سُریلی خوش آہنگیاں بھی ہیں۔ جو سازِ زندگی کے مرتعش نغمہ و ترنّم کی ابدی حیات آفرین

ہیں۔ اُن کے نظمِ جذبات میں زبان کی سلاست، خیال کی لطافت اور پُرشوکت و مؤثر الفاظ کی مخصوص بندشوں اور ترکیبوں کے ساتھ لحاظِ فن بھی روانیٔ کلام سے پہلو بہ پہلو ہم رکاب ہے۔

سالکؔ صاحب کی طبعِ رسا کے ہمہ گیر ہونے کا ایک یہ بھی بیّن ثبوت ہے کہ جس طرح ادب کے ہر شعبے پر قادر ہیں۔ اصنافِ سخن میں نظم و نثر دونوں قدرتیں ہم عناں پائی ہیں۔ اردو کی سحر طرازیاں بزمِ شعر و سخن میں سرودِ طرب سمجھی جاتی ہیں۔ تو فارسی کی خوشنوائیاں بھی ہم صفیرِ حیرت ہیں۔

اسی طرح وہ سیاست پر کماحقہٗ حاوی تھے۔

سیاسی انہماک ذوقِ ادب کا مہلک اور متضاد ہے۔ اس لیے اگرچہ انھیں اپنے روزانہ مشاغل کی بے حد مصروفیّت سے وہ سکون و اطمینان میسّر نہیں تھا۔ جو شعر و سخن کے لیے ضروری ہے۔ مگر اُن کا اعلیٰ اور سلجھا ہوا مذاق، وقت کی تنگی اور فرصت کی کمی میں بھی اپنے فطری جذبات پر سرسری نظر ڈال کر جو گل و گوہر اور نغمہ و ساغر پیش کر دیتا تھا۔ وہ ان تمام محاسنِ شعری سے سرشار ہوتے تھے۔ جو مذاقِ ادب کی امتیازی خصوصیّات ہیں۔ اور اس مخصص رنگ سے اُن کی کوئی خوش فکری خالی نہیں ہے۔ چنانچہ یہ منظوم مجموعہ انھیں منتشر الاوقات، جذبات اور فوری و ہنگامی تاثّرات کا شیرازہ ہے۔ جو وقتاً فوقتاً مدیرِ "کہکشاں" (سیّد امتیاز علی تاجؔ) کے امتثالِ امر اور مرتّبِ "مخزن" کی عرضِ نیاز نے مجبور کر کے مختلف صحبتوں میں ہم رشتۂ نظم منسلک کرایا تھا۔

آہ۔ سالکؔ! تم آج مجلسِ سیاست کے اسیر ہو۔ اور یہ شیرازہ قیدِ عزلت سے آزاد اور تمھاری اجازت سے بے نیاز ہو کر اسی طرح روشناسِ خلق ہے۔ جس طرح کسی کسان کی

ہری بھری کشتِ امید دوسروں کی فردوسِ نظر ہوتی ہے۔ اور اس کی لہلہاتی ہوئی آرزوئیں اس خوش ثمری سے گراں بارِ سماعت بھی نہیں ہوتیں۔ جوہر جاں فشاں عمل کا کامیاب نتیجہ متصور ہے۔ لیکن نہیں۔ یہ بھی تلافیٔ مافات ہے۔ تمہاری قید سے دنیائے ادب کو جو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اس کا مطالعہ اس کی اشک شوئی کرے گا۔ رہائی اور آزادی کے بعد ملک کو تمہارے ادبی مستقبل کے استقبال اور خیر مقدم کے لیے تیار کر دے گا۔ جو احباب کی آئندہ آرزوؤں کی منتہائے خیال ہے۔ مبارک ہے وہ مہلکہ جس کے پردہ میں دارین کی سعادت اندوزی روپوشِ انتظار ہو ؎

شہپرِ زاغ و زغن زیبائے قید و صید نیست
کیں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

(ابو الکلام بیدل)

(یہ دیباچہ "راہ و رسمِ منزلہا" مطبوعہ ۱۹۲۲ء میں درج ہے)

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No. .....
Date: .....
Call No. .....
(Donated by ...Family.....)

Taj Tahir Foundation

نامے میرے نام آتے ہیں

•

سالک

کے

نام

★ پطرس بخاری ★ ڈاکٹر تاثیر

★ حفیظ جالندھری ★ چراغ حسن حسرت

★ غلام رسول مہر ★ احمد ندیم قاسمی

★ عاشق بٹالوی ★ پنڈت کیفی

★ قاضی عبدالغفار ★ رئیس امروہی

اور دیگر ادبا کے خطوط

کا مجموعہ

—o—

Taj Tahir Foundation

ترتیب : عبدالسلام خورشید

★

زیر اشاعت :

الجدید

المعنار مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

عبدالمجید سالک

کی

فکاہی اور سنجیدہ نثری تقریروں کا مجموعہ

کانوں سنی

ترتیب : عبدالرشید ارشد

مقدمہ : امتیاز علی تاج

★

زیر اشاعت :

الجدید

المینار مارکیٹ ، چوک انارکلی - لاہور .

سرورق جدید اردو ٹائپ پریس ، لاہور میں طبع ہوا

Taj Tahir Foundation